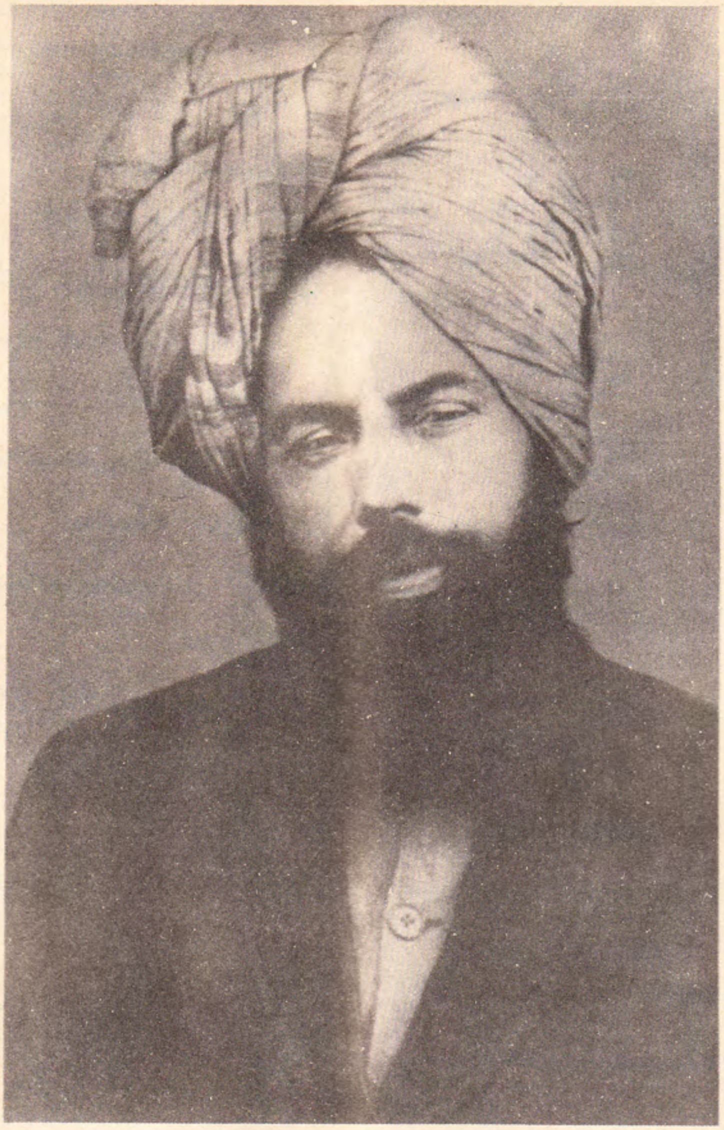
مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر ــــ (حضرت اقدس)



ماهنامه

انصاراللہ

ربوہ

امان ۱۳۶۲ ہش

مارچ ۱۹۸۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جمادی الاول ۱۴۰۳ ہجری

امان ۱۳۶۲ ہش

مارچ ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت۔ مبارک احمد صاحب ساقی لندن

کمال یوسف صاحب سکینڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان ـــــ پندرہ روپے سالانہ ۱۵/-

امریکہ ۔ کینیڈا، جزائر فجی:
- بذریعہ ہوائی ڈاک ـــ ایک سو پچاس ۱۵۰/- ، ،
- ، بحری ڈاک ـــ اسی ۸۰/- ، ،

دیگر ممالک:
- بذریعہ ہوائی ڈاک ـــ ایک سو ۱۰۰ ، ،
- ، بحری ڈاک ـــ ساٹھ ۶۰/- ، ،

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: سید عبدالحی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت: محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ: ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

جلد ۲۴ ماہنامہ اَنْصَارُ اللّٰہ ربوہ شمارہ ۳

امان ۱۳۶۲ ہش

وُہ کارواں

آج سے چورانوے برس قبل تئیس ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ کے شہر سے چالیس فدائیوں کے ساتھ خدا کے مامور نے ایک سفر کا آغاز فرمایا۔ اس کارواں میں شامل افراد نے میرِ کارواں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کیا :-

"آج مَیں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام ان گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مبتلا تھا۔ اَور سچّے دل اَور پکّے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اَور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دُنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدّم رکھوں گا۔ اَور بارہ جنوری کی دس شرطوں پر حتّی الوسع کاربند رہوں گا۔ اَور اَب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللّٰہ ربّی۔ استغفر اللّٰہ ربّی۔ استغفر اللّٰہ ربّی من کلّ ذنب و اتوب الیہ۔ اشہد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد انّ محمّدًا عبدہ و رسولہ۔ ربّ انّی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنبی فانّہ لا یغفر الذنوب الا انت۔" (حیاتِ طیّبہ ص۹۶)

اس کارواں کے چند شرکاءِ سفر کے اسماء یہ ہیں :-

حضرت مولانا نورالدین صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ حضرت چوہدری رستم علی صاحب۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب۔ حضرت منشی اروڑے خانصاحب۔ حضرت منشی محمد خان صاحب۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری۔ حضرت میر عنایت علی صاحب۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب۔ حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب نومُسلم سابق رام سنگھ۔

اس عہد اور بارہ جنوری کا ضابطۂ عمل جو دس شرائط پر مشتمل ہے کا خلاصہ، توحید کا قیام، شرک سے اجتناب، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان، آپ پر بکثرت درود، قال اللہ اور قال الرسول پر عمل، اور ہر قسم کی کمزوری اور گناہ کو ترک کرنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، خدا اور اس کے رسول سے وفاداری، اللہ کی حکومت کو اپنے اوپر وارد کرنا تھا۔

شرکاءِ سفر میں سے آپ ایک ایک کے حالات کا مطالعہ کریں۔ مسیح پاک کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے اور آپ کے انفاسِ قدسیہ کے نتیجہ میں اُن کے اندر بھی مسیحائی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ نماز کے پابند اور ذکرِ الٰہی کے شیدا تھے۔

حضرت منشی اروڑے خانصاحب کپورتھلہ کے رہنے والے تھے۔ عدالت میں اہلمد تھے۔ اپنی دیانت، پارسائی اور مسیحِ پاک کی دعاؤں سے نائب تحصیلدار ہوکر ریٹائر ہوئے۔ اُن سے ایک بار چند نوجوانوں نے از راہ تفنن سوال کیا منشی صاحب آپ نے کبھی رشوت بھی لی تھی؟ منشی صاحب نے جواب دیا۔ بیٹا! رشوت کا کہتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنی پارسائی اور پرہیزگاری کا واسطہ دے کر دعا کروں تو یوں قبول ہو جیسے سیدھا تیر نشانہ پر لگتا ہے۔ اُس زمانہ میں نائب تحصیلدار بہت بڑا منصب تھا۔ ریٹائر ہونے پر وزیرِ اعظم ریاست کے اصرار کے باوجود سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان میں دارِ مسیح پر دھونی رمالی۔ اپنی ملازمت کے دوران کبھی چھٹی کے روز بہ حضور کی زیارت کے لئے سفر کی صعوبت برداشت کرکے قادیان آتے۔ سیدھے اُس دروازہ پر پہنچتے۔ اندر پیغام بھجواتے۔ حضور روڑے خان آیا ہے! حضور باہر تشریف لاتے۔ یہ اُس مقدس چہرے کو دیکھتے۔ دل کو تسکین ہوجاتی تو یہ شعر پڑھتے وہیں سے واپس کپورتھلہ کو روانہ ہوجاتے۔ ؎

ذات پاکت بس است یار یکے ؎ دل یکے جاں یکے نگار یکے

کہ تیری اکیلی ذاتِ پاک کی دوستی کافی ہے۔ دل ایک ہے۔ روح بھی ایک ہے۔ اس لئے محبوب بھی ایک ہی ہے۔

اور جب اُن سے ایک بار کسی غیر مسلم نے مسجد مبارک میں اُن کے اس محبوب کی صداقت کی دلیل مانگی تھی۔ تو اُس محبوب کا تصور کرکے یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگ گئے تھے کہ میں نے تو وہ چہرہ دیکھا تھا۔ میں تو اُس منہ کا بھوکا ہوں۔ اُن کی صداقت کی دلیل خود اُن کی ذات تھی۔ گویا اُن کا یہی مذہب تھا۔ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ؎ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اگر دلیل چاہتے ہو تو اُس کے عاشق ہوجاؤ کہ محمدؐ کی دلیل خود محمد ہیں صلے اللہ علیہ وسلم

اور سب سے پہلے شریکِ سفر ہونے والے یعنی حضرت مولانا نورالدین صاحب کا تو یہ عالم تھا کہ مکان تعمیر کر رہے تھے۔ جب وہ قادیان آئے تو مرشد کی نصیحت کے مطابق وہیں کے ہو رہے۔ اور کبھی وطن کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔ وہ مطب میں بیٹھے ہوتے۔ حضور کبھی بلا بھیجتے تو وہ اس طرح اپنے محبوب کی طرف روانہ ہوتے کہ چلتے چلے جاتے ہیں اور پگڑی باندھ رہے ہیں۔ جوتی پاؤں میں پہنتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ٹھیک ہی تو ایک بار محبوب کی وفات کے بعد اُن کے گھر کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا تھا۔ یہاں میرا محبوب رہتا تھا مجھے اس کی عشق میں سر پیر کی ہوش نہ تھی۔ اے عاشق صادق آپ نے بجا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر اپنے بے پایاں فضل فرمائے۔

ان کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ اُن کے مرشد نے ان الفاظ میں انہیں خراجِ تحسین ادا فرمایا کہ مولوی صاحب میری اس طرح متابعت کرنے

ہیں جیسے نبض دل کی۔

چوہدری رستم علی صاحب کی فدائیت اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب حضور نے فرمایا ہر بیعت کرنے والا اشاعت اسلام کے لئے اپنی آمد میں سے کچھ حصہ اپنے پر فرض کرے تو سوا صد روپیہ کے قریب تنخواہ پانے والا یہ فدائی ساری عمر سو روپیہ حضور کی خدمت میں بھجوا دیتا اور اُوپر کے بیس۲۰ پچیس۲۵ روپے سے خود گزر اوقات کر لیتے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ حضور نے ایک اشتہار کی اشاعت کے بارہ میں دریافت فرمایا کہ کیا کپورتھلہ کی جماعت یہ خرچ برداشت کرے گی؟ وہ کپورتھلہ گئے۔ کسی دوسرے سے بات کئے بغیر بیوی کا زیور لیا اور بیچ کر رقم حضور کی خدمت میں اشاعت کے لئے پیش کر دی اور بتلایا بھی نہ کہ یہ رقم اکیلے نے فراہم کی ہے۔ اور جب کسی طرح کپورتھلہ کے رہنے والے ان کے مخلص ساتھیوں کو یہ علم ہؤا تو انہوں نے بے حد افسوس کیا کہ آپ نے ایک ثواب سے ہمیں محروم کیا۔

ان میں سے ہر ایک شریک سفر فی الحقیقت یوں تھا جیسے وہ دُنیا کو تیاگ کر اپنے رب کو راضی کرنے کی فکر میں ہے۔ نماز باجماعت ہی نہیں وہ تہجد کا بھی التزام کرتے۔ ان میں سے ہر ایک شریکِ سفر اپنے علاقے میں اپنے تقویٰ، راستبازی، دیانت اور صداقت کی وجہ سے مشہور تھا۔

یہ مقدس کارواں اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ ان کا دل اس دُنیا میں نہیں۔ وہ اس دُنیا کے باسی نہیں۔ اُن کی فکر یہ دُنیا نہیں ان کا مقصود تو خدا کی رضا ہے۔

کبھی کوئی فدائی مجلس میں آپ سے یہ سوال کرتا سُنائی دیتا ہے کہ حضور! اس مدنی آقا صلے اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کس طرح نصیب ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں جس پر خدا کا فضل ہو جائے۔ اور اسی رات اُس عاشق رسول صلے اللہ علیہ وسلّم کو گنبدِ خضرا کے شہ نشین کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔

کوئی یہ دریافت کرتا ہے میرے آقا! میں پٹواری تھا۔ اپنی تنخواہ کے علاوہ لوگوں سے کبھی کچھ لے بھی لیتا تھا۔ کیا اب اس کی معافی خدا سے ہی مانگوں۔ اور یہ جواب ملنے پر کہ صرف یہی نہیں۔ جن سے کوئی رقم اپنے حق کے بغیر لی تھی ان کو واپس کرو تو وہ جہاں جہاں ملازم رہے تھے۔ گلی گلی پھر کر آوازیں دے کر وہ رقوم واپس کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

یہ قافلہ چلتا رہا۔ لوگ شریکِ سفر ہوتے رہے۔ موسم بدلتے رہے۔ آندھیاں اُٹھتی رہیں۔ بگولے بلند ہوتے رہے۔ بجلیاں کڑکتی رہیں۔ دھمکیوں کی آوازیں آتی رہیں۔ بلائیں پیش آتی رہیں۔ لیکن کارواں چلتا رہا۔ اس کارواں کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ کارواں سے بدظن کرتے رہے۔ لیکن لوگ شریکِ کارواں ہوتے رہے۔ اگر اُن کا راستہ کسی نے روکا تو وہ خاموشی سے خدا سے دُعا مانگتے ہوئے۔ پہلو بچا کر دوسری طرف سے نکل گئے۔ کسی نے گالی دی۔ اُن کا دل دُکھایا تو وہ اُسے دُعائیں دیتے ہوئے آگے گذر گئے کہ میرِ کارواں کی تعلیم یہ ہے۔

گالیاں سُن کر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو

کسی نے اُن کے سامنے سینہ تان کر گالی دی۔ تو انہوں نے نظریں جھکالیں اور چلتے رہے۔ ان کی زبان پر یہ جاری تھا ہمیں حکم ہے

؎ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اس قافلہ والوں نے ساری توجہ اپنے گناہوں، کمزوریوں، خطاؤں کو دُور کرنے میں مبذول کر دی۔ اپنی تمام صلاحیتیں انہوں نے تربیتِ نفس پر مرکوز کر دیں۔

عجیب تھے شریکِ سفر کسی نے روکنا چاہا تو کہا دُور جانا ہے۔ دُنیا کی زخرفات انہیں اپنی طرف مبذول نہ کر سکیں کہ ان کا مقصود تو منبع حُسن و جمال کی رضا تھی۔

اس کارواں کے شریکِ سفر ہونے والو! سفر پر ہو یا ستانے کے لئے رُکے ہو۔ وہ ضابطۂ حیات نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا جو قائدِ کارواں نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو کارواں کے شریکِ سفر ہونے والوں کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ ان الفاظ کو دہراتے رہنا۔ اپنے پیش رَوؤں کے قدم پر قدم رکھنا۔ اس راہ کو نہ چھوڑنا کہ آپ نے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے — اور دیکھنا یہ کارواں بہت مقدس ہے۔ اس کی تقدیس میں فرق نہ آئے کہ شرکارِ سفر کے بارہ میں قائد نے فرمایا تھا:۔

"واضح رہے کہ اس دعوتِ بیعت کا حکم تخمیناً دس ماہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے لیکن اس کی تاخیر کی اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جنکی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اَور جو کچے اور سریع التغیّر اور مغلوب الشک نہیں ہیں" (اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

میر کارواں نے ہدایت فرمائی تھی کہ شرک سے مجتنب رہنا۔ ہر ایک فسق و فجور، ظلم، خیانت اور فساد سے دُور رہنا۔ نفسانی جوشوں کا مغلوب نہ ہونا۔ پنجوقت نماز خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ادا کرنا۔ ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنا — خدا کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد کرتے رہنا۔ ہر حالت میں خدا کے ساتھ وفاداری کرنا۔ اُس کی رضا پر راضی رہنا۔ قال اللہ اور قال الرسول کو اپنا دستور العمل قرار دینا۔ تکبّر اور نخوت کو چھوڑ کر عاجزی اور انکساری اختیار کرنا کہ اس قافلے کے شریک کو تکبّر راس نہیں آسکتا ہمدردی کا اسلام کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھنا۔ خلق اللہ سے ہمدردی سے پیش آنا۔ اور اس میر کارواں سے عقیدت اور محبّت کا تعلق رکھنا۔

ان ہدایات پر عمل کرتے رہیں گے تو اس کارواں میں شریکِ سفر رہ سکیں گے اور انشاء اللہ منزلِ مقصود کو پا سکیں گے۔ اَے خدا ہمیں اس کی توفیق عطا فرما کہ تیرے فضلوں کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

اصلاحِ معاشرہ

پچھلے دنوں مُلکی پریس میں اصلاحِ معاشرہ کا چرچا رہا۔ مختلف اخبارات نے اس کے لئے تجاویز بھی پیش کیں۔ شکر ہے کارواں

کو احساس زیاں ہے۔ اگر مرض کی صحیح تشخیص ہو جائے اور علاج بھی درست ہو۔ مریض پرہیز بھی کرے تو مریض کی صحت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اخبار جنگ "اصلاح معاشرہ کی مہم کا جائزہ" کے تحت لکھتا ہے :۔

" اصلاح معاشرہ کمیٹی کے صوبائی اجلاس میں اراکین نے مختلف معاشرتی برائیوں کی صورت حال کا جائزہ لیا۔

...... اجلاس میں شادی بیاہ کی تقریبات سے متعلق قوانین کی خلاف ورزی کے بارے میں کہا گیا کہ با اثر لوگ کسی قانون کی پابندی نہیں کرتے۔ اراکین نے رائے دی کہ جب تک ان سے پابندی نہیں کرائی جاتی۔ اصلاح معاشرہ کی مہم کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا کہ قیام نماز کی مہم کے شروع میں محکموں کے سربراہ نماز ادا کرنے لگے تھے۔ لیکن اَب وہ نماز نہیں پڑھتے۔ جس کا اثر ماتحت عملے پر بھی پڑ رہا ہے۔"

معاصر آگے چل کر لکھتا ہے :۔

" نہ رشوت نہ بدعنوانی کے خلاف قابل ذکر کارروائیاں ہوئیں۔ نہ دفتری کارکردگی کا معیار بہتر ہُوا۔ نہ بلیک مارکیٹنگ پر قابو پایا گیا۔ نہ باڑہ مارکیٹیں ختم ہوئیں۔ نہ انصاف کی تیز رفتاری اور ارزاں فراہمی کا انتظام ہُوا۔"

ان خرابیوں کا علاج انہوں نے یہ تجویز کیا :۔

" معاشرہ میں خرابیوں کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ ترغیب و پراپیگنڈے سے انکا تدارک نہیں کیا جاسکتا۔ اصلاح معاشرہ کا خواب اس صورت میں شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے کہ انقلابی پروگرام کے تحت ایک منظم مؤثر مہم عوام کے وسیع تر تعاون کے ساتھ شروع کی جائے۔" (روزنامہ جنگ ۷ فروری ۱۹۸۳ء ص۳)

معاصر نوائے وقت کی اشاعت گیارہ فروری ۱۹۸۳ء کے صفحہ ۳ پر عبد القادر حسن صاحب زیرِ عنوان "یہ سرزمین معاشرہ" لکھتے ہیں :۔

" ہمارے صدر صاحب کا کہنا ہے کہ پاکستانی معاشرہ سیم اور تھور کا شکار ہو گیا ہے۔ میں اس میں نیکی کے بیج بوتا ہوں اور خوش نما پودے کاشت کرتا ہوں۔ مگر سیم اور تھور کے امراض کسی بیج کو اُگنے نہیں دیتے اور کسی پودے کو سرسبز نہیں رہنے دیتے۔ یہ بات انہوں نے اس وقت نہایت مایوسی اور افسردگی کے عالم میں کہی جب اسلامی کانفرنس میں بدعنوانیوں اور اسلامی احکامات اور تعلیمات کی خلاف ورزیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔"

جہاں تک معاشرہ میں بگاڑ کا تعلق ہے اس پر یہی صادق آتا ہے۔ ؎

پنبہ کجا کجا نہم دامن تمام داغ داغ

کس شعبہ میں بگاڑ پیدا نہیں ہُوا ؟ اور یہ سب نتیجہ ہے۔ قال اللہ اور قال الرسول کو ترک کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اصلاحِ نفس اور اصلاح معاشرہ کے لئے ہمیں اُصولی ہدایات دیں۔ اُس میں قوموں کے عروج و زوال کے اسباب بتا دیئے اور کہا تِلْكَ امّۃ لها ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلونَ عمّا کانوا یعملون۔ پہلوں نے جو کیا اس کا نتیجہ بھگتا۔

تم جو کرو گے اس کا ثمرہ پاؤ گے۔ تم اپنی اصلاح کی فکر کرنا۔ اُن غلطیوں سے بچنا لیکن اُن کی غلطیوں کے لئے تم مسئول نہیں ہو گے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس اُمّت کے فتنوں کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ آپ نے ایک روز فرمایا :-

لِکلّ اُمّةٍ فتنةٌ وفتنة امتی المال

کہ ہر قوم کے لئے ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اور میری اُمّت کی آزمائش مال ہو گی۔ آپ نے ہمیں انتباہ کیا۔

ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطَتْ علی من کان قبلکم فتنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

کہ مسلمانو! مجھے تمہارے متعلّق یہ ڈر ہے کہ دُنیا تمہارے سامنے بچھائی جائے گی۔ جیسے کہ پہلوں کے سامنے بچھائی گئی۔ تم اس کے حصول کے لئے دَوڑ لگا دو گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمہیں اسی طرح موت کی نیند سلا دے گی جس طرح اس نے پہلوں کو سُلایا۔

اللہ نے مسلمانوں کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کیا تھا۔ انگریز اور ہندو دونوں کی غلامی سے آزاد کیا تھا۔ اُس نے ہمیں مال و دولت سے نوازا۔ تو چاہیئے یہ تھا کہ ہم اس پر نظر رکھتے کہ ہمارا مال حلال اور طیّب راہوں سے آرہا ہے؟ اس کے خرچ کے وقت افراد معاشرہ خیال رکھتے کہ جہاں خدا نے ہمیں فرمایا تھا۔ ہم وہیں خرچ کر رہے ہیں۔ ہمارے معاشرہ میں کوئی مسکین بھوکا تو نہیں سوتا۔ کوئی یتیم خاک آلودہ تو نہیں۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (سورۃ البلد)

یہ گھاٹی تھی تیری ترقی کی۔ یہ معاشرہ کی سلامت روی کا باعث تھا۔ لیکن اس پر عمل نہ کیا۔ اپنی تجوریاں بھرتے رہے۔ اور بھوک سے نڈھال چہرے اُن کو نظر نہ آئے۔ فرمایا

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۝ (سورۃ البلد)

تمہاری آنکھیں نہیں تھیں۔ زبان نہیں تھی کہ زرد چہروں سے پوچھتے۔ تمہاری یہ حالت کیوں ؟
ہم رشوت سے دُور رہتے کہ خدا کے برگزیدہ رسول نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ ہم عدل کرتے بلکہ اس سے آگے بڑھتے اور احسان کا سلوک کرتے۔ کہ خدا نے اس کا حکم دیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

ہمیں خیرِ اُمّت کہا گیا تھا (آل عمران آیت ۱۱۱) ہمارے دامن میں تو بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر ہمارا سلوک، اخلاق، کردار دوسروں سے بہتر کیوں نہ ہُوا۔

معاشرہ کی تشکیل افراد سے ہی ہوتی ہے۔ اور ہمارے اسلاف کی روایات تو بے مثال و بے نظیر تھیں۔ ہم نے کیوں ان کو فراموش

کر دیا۔ ہمارا مطمح نظر تو اُخروی زندگی کو سنوارنا تھا۔ بھلائی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا تھا۔ پھر ہم مادیّت کے پرستار کیوں ہوئے۔ ضرورت ہے کہ ہم قرآن اور ارشادِ رسول کو مضبوطی سے تھام لیں۔ ہمیں وہ تعلیم عطا ہوئی ہے کہ اگر ہم اُس پر عمل کریں تو وہ ہمیں ایک ہفتہ میں پاک و صاف کر سکتی ہے۔ لیکن اگر اس پر عمل کی بجائے دوسروں پر الزام تراشی شروع کر دیں۔ اپنے عیوب کو دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش کریں تو اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔

معاصر المنبر کی اشاعت نو تا پندرہ جنوری ۱۹۸۳ء میں محمد عرفان قادری صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو:۔

"قادیانیوں کی سازشوں اور کوششوں سے ملک کے اعلیٰ اور متوسط طبقہ کو عیش پرست بنا کر اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کر کے مسلمانوں کو بالکل بے حس کر کے اصل مقصد قادیانیت کو اتنا طاقتور بنانا ہے کہ آپ اس کے مقابلے سے عاجز آجائیں۔" (المنبر ص۵)

اسے کہتے ہیں مارو گھٹنہ پھوٹے آنکھ ۔ اس عمل کی مذمت قرآن مجید یوں فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء آیت ۱۱۳)

جو خطا اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ پھر کسی بے قصور پر اس کا الزام لگاوے تو اس نے بہتان باندھا اور کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کیا۔

وہ جماعت جس نے دلوں سے دُنیا کی محبت سرد کر دی ہو۔ جو مالی قربانی کی وہ مثال پیش کر رہی ہو جس کی نظیر آج کسی مذہبی جماعت میں پائی نہ جاتی ہو۔ جسے تعلیم سادہ زندگی کی ہو۔ جس کے امام کی تعلیم یہ ہو۔

درجہاں و باز بیروں از جہاں ٭ بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں

کہ دُنیا میں رہتے ہوئے دُنیا سے باہر رہو کہ کاملین کی یہی نشانی ہے۔ اُسے یہ الزام دیتے ہو۔ کیا خدا کو جواب نہیں دینا۔

ثبوت کون طلب کرے ؟

اخبار جسارت کی اشاعت ۶ فروری ۱۹۸۳ء کے آخری صفحہ کی ایک خبر درج ذیل ہے ۔ عنوان ہے :۔

" نورانی میاں سے اُن کے تبلیغی کارناموں کا ثبوت طلب کیا جائے ۔"

" کراچی ۵ فروری۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی عبدالرحیم بیگ نے آج ایک بیان میں کہا ہے کہ گذشتہ دنوں مقامی اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوتی رہی ہیں کہ مولانا نورانی صاحب کے ہاتھ پر ہزاروں عیسائی اور قادیانی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ پہلی خبر تھی کہ جنوبی افریقہ میں چار سو قادیانی مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر خبر تھی کہ ہالینڈ میں ۱۷۵ عیسائی اور

قادیانی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اَور دو دن پہلے کی خبر ہے کہ چار ہزار عیسائی اور قادیانی مسلمان ہو گئے۔ چند سال قبل بھی مولانا نورانی کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ انہوں نے قادیانیوں کے اسّی فیصد مشن بند کرا دیئے ہیں۔ ان خبروں سے یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ جماعت احمدیہ نے جن عیسائیوں کو مسلسل جدوجہد اور انتھک قربانیوں کے ذریعہ اسلام میں داخل کیا تھا مولانا صاحب کی چند تقاریر اَور چند ملاقاتوں میں وہ جماعت احمدیہ کو چھوڑ چکے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان خبروں میں کوئی بھی صداقت نہیں ہے۔ یہ محض اخباری پراپیگنڈا ہے اَور اس کا مقصد محض سیاسی نوعیت کی فوقیت حاصل کرنا ہے۔ اخبار لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کا فرض ہے کہ مولانا سے ان خبروں کا ثبوت طلب کریں مولانا موصوف کا بیان ہے کہ چند سال پہلے وہ اسّی فیصد مشن بند کروا آئے تھے۔ اَب مولانا تسلیم کرتے ہیں کہ وہ افریقہ و یورپ میں جہاں جاتے ہیں۔ ہزاروں قادیانی موجود ہوتے ہیں۔ مولانا نورانی صاحب کے بارے میں یہ تأثر دیا گیا ہے کہ ان کی پُرکشش رُوحانی شخصیت کی وجہ سے ایسے معجزے ظہور میں آ رہے ہیں مولانا صاحب ایک لمبے عرصے سے پاکستان میں مقیم ہیں۔ اَور خود ان کی کراچی صدر کی رہائش گاہ کے قریب ہزاروں عیسائی اور ہندو موجود ہیں۔ کیا مولانا نورانی صاحب صرف ان میں سے ایک سو کے نام بھی لے سکتے ہیں۔ جو اُن کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔ ایسے بیس پچیس عیسائیوں کا نام بتانا بھی مشکل ہوگا۔ حالانکہ اُن کی پُرکشش روحانی شخصیت کا اثر کچھ نہ کچھ تو اپنے ملک میں بھی ضرور ہونا چاہئے مولانا نورانی کی طرف سے جاری کردہ خبریں درست ہیں تو مسلمانوں کو مولانا سے درخواست کرنی چاہیئے کہ وہ چند سال یورپ و افریقہ ہی میں قیام کریں تاکہ لوگ یہ مژدہ سُن سکیں کہ مولانا کی تقریروں سے تمام افریقہ و یورپ مسلمان ہو گیا ہے۔ ورنہ اسلام کے نام پر ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے جو حقیقت اور صداقت سے دُور ہو"۔

مولانا نورانی صاحب کے بیان پر قدغن کون عائد کر سکتا ہے؟ وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ بندوں کے ثبوت طلب کرنے کو وہ درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔ لیکن وہ اس قرآنی حقیقت کو نظرانداز نہ فرمادیں

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورۃ قٓ آیت ۱۹)

انسان کا ہر لفظ احکم الحاکمین کے فرشتے حساب کے لئے محفوظ کر رہے ہیں!

کچھ بھی ہو بند مگر.....

حضرت مصلح موعود نے جماعت کے نونہالوں کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو ٭ کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

اس نظم کے شروع کے شعر ہیں :-

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے ٭ پر ہے شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو ٭ تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

اور ان دو اشعار کے ساتھ اس شعر کو بھی سامنے رکھیئے :۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں ٭ آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

کس دردناک پیرایہ میں آپ نے جماعت کو یہ نصیحت فرمائی ۔ اصلاح وارشاد کا فریضہ کسی طرح، کسی وقت، کسی زمانہ میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کے انداز بدل سکتے ہیں ۔ طریق بدل سکتا ہے ۔ لیکن اس فریضہ کو ٹالا نہیں جا سکتا ۔ بند نہیں کیا جا سکتا ۔

اصلاح وارشاد کے بے شمار ذرائع ہیں ۔ سب سے بڑا ذریعہ تو دعا ہے ۔ کہ خود مامور زمانہ نے فرمایا :۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے ۔۔۔۔

۔۔۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں ۔ (برکات الدعاء)

میرے استاد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے بیان کیا کہ ایک بار مولانا ظل الرحمٰن صاحب حافظ روشن علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے اور درخواست کی کہ میرے والد احمدی نہیں اُن کے لئے دعا کیجئے جماعت میں داخل ہو جائیں ۔ حافظ صاحب نے بیان فرمایا کہ میری طبیعت پر اس کا اس قدر اثر ہوا کہ میں نے خدا سے بہت عاجزی اور الحاح سے دعا کی ۔ چند روز گذرے تھے کہ مولوی ظل الرحمٰن صاحب مرحوم حافظ صاحب کے پاس آئے کہ اُن کے والد صاحب کا بنگال سے خط آیا ہے انہوں نے بیعت کر لی ۔

پس دعا سے کون روکتا ہے ۔ لیکن شرط ایسی دعا ہے جو عرش پر پہنچنے والی ہو ۔

پھر نیک نمونہ ہے ۔ محبت سے پیغام کا پہنچانا ہے ۔ حقیقی ہمدردی ہے ۔ ایسی ہمدردی جو دل جیت لے ۔ اور دل حُسن و احسان سے ہی جیتے جا سکتے ہیں ۔ دل کا جیتنا سہل نہیں ۔ لیکن اگر یہ جیت لئے جائیں تو آپ کو گوہرِ مقصود مل گیا ۔

اصلاح وارشاد کا فریضہ ہر ایک پر فرض ہے ۔ رشتہ داروں کو پیغام پہنچایئے ۔ اپنوں تک پہنچایئے ۔ بیگانوں کو اپنا بنایئے ۔ محاسبہ کیجیئے کہ کیا ہم اصلاح وارشاد کا حق ادا کر رہے ہیں ۔ کیا اس بارہ میں ہم خدا کے سامنے سرخرو ہیں کہ ہم نے پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا ۔ نہاں خانہ دل سے تو یہ آواز آتی ہے ۔ ؎

نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

مثال موجود ہے

بھارت کی ایک خبر ملاحظہ ہو کہ ملک کی اکثریت ہندو جاتی نے ایک مسلمان سے کیا سلوک کیا :۔

"اجودھیا (فیض آباد) میں ایک مسلمان مر گیا۔ جب مسلمان جنازہ لے کر قبرستان گئے تو وہاں ہندوؤں کا ہجوم تھا جس نے میّت دفن نہ کرنے دی۔ اس کے بعد وہ چارپائی اٹھا کر دوسرے گورستان میں گئے تو وہاں بھی ہندو موجود تھے جنہوں نے مُردہ دفن نہ ہونے دیا۔ اسی مصیبت کا سامنا دوسرے قبرستان میں بھی ہوتا رہا۔ بائیس ۲۲ گھنٹے اسی جھگڑے میں گذر گئے۔ جب میّت خراب ہونے لگی تو شہر سے کوسوں دُور دفن کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس وحشت کی دُنیا کی کسی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی۔ زندوں پر تو تشدّد ہوتا ہی آیا ہے لیکن مُردے سے اتنی بدسلوکی کبھی نہیں ہوئی۔ آخر مسلمان کی میّت دفن کرنے دی جاتی تو دیش اور دھرم کو نقصان کیا پہنچتا۔ کیا اجودھیا کے ہندو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی نعش دفن کرنے کی جگہ جلا دی جایا کرے؟" (زمیندار ۵ر جولائی ۱۹۵۰ء)

اسلام رواداری اور احترام انسانیت کا علمبردار ہے۔ جنگ خندق کے موقعہ پر جب کفّار نے اپنے سردار کی لاش کا مطالبہ کیا اور اس پر نقد معاوضہ ادا کرنے کی پیشکش کی۔ تو حضور نے فرمایا لاش واپس کر دی جائے۔ ہم اس ضمن میں کسی معاوضہ کو روا نہیں جانتے۔ اور یہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرت ہے کہ مسلمان کا جنازہ گزرا تو حضور کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ یہودی ہے۔ فرمایا اس میں جان تو تھی۔ لیکن دیکھئے بعض اوقات ضد اور تعصّب ہمیں کتنا دُور لے جاتا ہے۔ ہم واقعات کی مذمّت کرتے ہیں۔ خود اُس کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ کی ایک خبر :-

"دیہاتیوں کے احتجاج پر قادیانی کی میّت کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکلوا کر غیر مسلموں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

قادیانیوں کا جنازہ پڑھنا پڑھانا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا غیر شرعی ہے (علماء کا فتویٰ)

نوریوالہ۔ ۱۰ر جنوری (نامہ نگار) گذشتہ روز یہاں ایک قادیانی کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کر دینے سے مسلمان دیہاتیوں میں شدید اشتعال پیدا ہو گیا جس پر علماء سے فتویٰ لینے کے بعد مقامی اسسٹنٹ کمشنر نے بیس ۲۰ روز کے بعد نعش کو قبر سے نکلوا کر عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔" (جنگ گیارہ جنوری ۸۳ء)

اس کے بعد خبر میں اس کی تفصیل درج ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے ——— اور کیا فتویٰ ہے علماء کا اُن قبرستانوں کے بارہ میں جہاں عیسائی، مسلمان اور مشرک باہم دفن کئے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کی قبروں پر صلیب گاڑ دیتے ہیں اور مسلمانوں کیلئے ہلال یا کوئی دوسری علامت ؟

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

حضرت نواب محمد عبد اللہ صاحب کے متعلق ایک قیمتی مضمون اس شمارہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ جو حضرت اقدس کی اولاد میں سے آخری صاحبزادی ہیں۔ ہم میں بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔ آپ کا وجود جماعت کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ آپ کی طبیعت آجکل ناساز ہے۔ احباب اُن کی صحت، سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دُعا فرمائیں۔

درسِ حدیث

نماز باجماعت کی اہمیت

مکرم و محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اجتماع سالانہ انصار اللہ منعقدہ ۱۹۸۲ء میں یہ درس دیا۔

اسلام توحید کا مذہب ہے۔ اس میں وحدت پر بے حد زور دیا گیا ہے اور اُس کے ہر حکم میں وحدت اور اتحاد کی رُوح کارفرما ہے نماز جو معراج المومنین ہے اس میں بھی یہی رُوح اور اجتماعیت کارفرما ہے۔ یہانتک کہ اگر کوئی جان بُوجھ کر لاپرواہی سے کسی عذر کے بغیر اکیلے نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز لائق ردّ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:۔

من سمع النداء فلم يأته فلا صلوٰة له الّا من عذرٍ۔ (ابن ماجہ ص۵۷)

مسلمانوں کو اقامۃ صلوٰۃ کا حکم ہے اور اقامۃ صلوٰۃ کے ایک معنے یہ ہیں کہ نماز باجماعت ادا کی جائے۔ قرآن کریم نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا۔ نماز باجماعت کا حکم دیا۔ خالی نماز پڑھنے کا کہیں بھی حکم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت اہم اصول دین میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر سورۃ بقرہ ص۱۰۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تعامل اور آپ کے ارشادات سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ اصل نماز تو نماز باجماعت ہی ہے۔ اس کی اہمیّت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور بیماری کی ایک آدھ نماز کے سوا آپ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کی حضرت عائشہ سے روایت ہے۔

قالت لما مرض النبی صل الله علیه وسلّم مرضه الذی مات فیه
فحضرت الصلوٰة فاذّن فقال مروا ابا بکرٍ فلیصلّ بالنّاس ....
فخرج ابو بکرٍ یصلّی فوجد النبی صلے الله علیه وسلم من نفسه خفّة
فخرج یهادی رجلین کانی انظر الی رجلیه تخطّان الارض من الوجع
فاراد ابو بکرٍ ان یتأخّر فادماً الیه النبی صلے الله علیه وسلم ان مکانکَ
ثم اُتی به حتّی جلس الی جنبه۔

(بخاری باب حد المریض ان یشهد الجماعة ص۹۱)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز باجماعت کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فضل صلوٰة الجماعة علی صلوٰةِ احدکم وحده خمس

وعشرون جزاً (سنن ابن ماجه باب فضل الصلوٰة فی جماعةٍ مث۵)

جو لوگ نماز باجماعت کے تارک ہیں اُن کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے شدید مذمت فرمائی اور وعید کے طور پر کہا :-

لقد هممت ان امر بالصلوٰة فتقام ثمّ امر رجلاً فیصلی بالناس ثمّ انطلق برجالٍ معهم حزم من حطبٍ الیٰ قومٍ لّا یشهدون الصلوٰة فاحرق علیهم بیوتهم بالنار

(ابن ماجه باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة)

نماز باجماعت کی اہمیّت اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے سیّدنا حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

"نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے۔ اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں۔ اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں۔ وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوّت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے۔ پھر اسی وحدت کے لئے حکم ہے کہ روزانہ نمازیں محلّہ کی مسجد میں اور ہفتہ کے بعد شہر کی مسجد میں اور پھر سال کے بعد عیدگاہ میں جمع ہوں اور کل زمین کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ میں اکٹھے ہوں۔ ان تمام احکام کی غرض وہی وحدت ہے۔" (لیکچر لدھیانہ)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا :-

" اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے اس کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کل نمازیوں کا وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نُور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اُسے قوت دیوے حتّٰی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلّہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلّہ کی مسجد میں ادا کریں تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دُور کر دیں۔ اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے حتّٰی کہ تعارف

والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب عیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہوجاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے وہ تو دُور ہوجاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہوجاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔" (البدر جلد ۳ صفحہ ۵ ۸ ستمبر ۱۹۰۴ء)

نصاب امتحان برائے انصار اللہ سال ۱۳۶۲ھش ۱۹۸۳ء

تمام زعماء، زعماء اعلیٰ کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سال رواں کے دوران انصار کے تین مرکزی امتحانات مندرجہ ذیل نصاب کے مطابق منعقد ہوں گے۔ اُمید ہے زعماء صاحبان زیادہ سے زیادہ انصار کو ان مرکزی امتحانات میں باقاعدہ شریک کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ نصاب کی کتب "کشتی نوح" اور "بنیادی نصاب" زعماء کرام اپنی ضرورت کے مطابق مرکزی دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ فی کتاب مبلغ تین روپے میں دستیاب ہے۔

نصاب برائے امتحان سہ ماہی اوّل ۱۹۸۳ء بتاریخ ۲۳ امان ۱۳۶۲ہش / مارچ ۱۹۸۳ء

(۱)۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۳ ربع سوم و چہارم۔
(۲)۔ کشتی نوح از صفحہ ۱ تا ۵۰۔
(۳)۔ کتاب بنیادی نصاب از صفحہ ۱ تا ۶۳

نصاب برائے امتحان سہ ماہی دوم ۱۹۸۳ء بتاریخ ۱۰ احسان ۱۳۶۲ہش / جون ۱۹۸۳ء

(۱)۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۴ ربع اوّل۔
(۲)۔ کشتی نوح از صفحہ ۵۱ تا ۸۱
(۳)۔ کتاب بنیادی نصاب از صفحہ ۶۴ تا ۱۱۶۔

نصاب برائے امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۸۳ء بتاریخ ۱۶ تبوک ۱۳۶۲ہش / ستمبر ۱۹۸۳ء

(۱)۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۴ ربع دوم
(۲)۔ کشتی نوح از صفحہ ۸۳ تا آخر
(۳)۔ کتاب بنیادی نصاب از صفحہ ۱۱۷ تا آخر

قائد تعلیم
(مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

ساقی کوثر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(یہ مقالہ محترم مولانا چراغ دین صاحب مربی سلسلہ مقیم پشاور نے اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۸۲ء میں پڑھ کر سنایا۔ (ادارہ)

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ترجمہ:۔ اے نبی یقیناً ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے۔ سو تُو (اس کے شکریہ میں) اپنے رب کے لئے نماز بن پڑھ۔ اور اُسی کی خاطر قربانیاں کر۔ اور یقین رکھ کہ تیرا مخالف ہی نرینہ اولاد سے محروم رہے گا۔

یہ سورۃ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت ہے۔ یہ سورت سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب حضور دعویٰ نبوت کے بعد مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔ اور مشرکین مکہ کے مظالم زوروں پر تھے۔ وہ آپ کو تبلیغ سے روکتے تھے۔ کمزور اور نہتے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ عرب جیسے جاہل اور آزاد ملک میں قریش جیسی قوم جو جو مظالم بھی کمزور مسلمانوں پر روا رکھ سکتی تھی وہ سب اس نے کئے۔ مسلمانوں پر ہنسی مذاق اڑایا گیا۔ اُن کو بزور عبادت سے روکا گیا اور جبراً توحید کے وعظ سے منع کیا گیا اُن کے خلاف طعن و تشنیع اور گندی گالی گلوچ سے کام لیا گیا۔ ان کو نہایت بے دردی سے مارا اور پیٹا گیا اُن کے آدمیوں کو بے گناہ ظالمانہ طور پر قتل کیا گیا اُن کی عورتوں کی سخت بے حرمتی کی گئی حتّٰی کہ کم بخت ابوجہل نے ایک بے گناہ مسلمان عورت کو نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانوں کے بیوی بچوں بلکہ خود ان کو بھوک پیاس سے تباہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے مال و متاع چھینے گئے حتّٰی کہ ان میں سے اکثر کو اپنا وطن مالوف چھوڑنا پڑا اور جو ٹھہرے وہ سینہ پر پتھر رکھ کر ٹھہرے رہے پھر مسلمانوں کے پیارے آقا اور سردار دو جہاں جس کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ سخت دُکھ دیئے گئے اُس پر پتھر برسائے گئے حتّٰی کہ اُن کا بدن خون سے تر بتر ہو گیا۔

انہی مصائب و آلام کے ایام میں خدائے قادر و توانا نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور اپنے پیارے محبوب اور اس کے صحابہ کرام کو آنے والے حالات سے آگاہ کیا کہ دشمن کو بہ بانگ دہل یہ سنا دو کہ اے کفار مکہ! تم اپنی کثرت پہ نازاں نہ ہو۔ اسلام غالب آئے گا اور ضرور غالب آئے گا اور کفار مکہ ناکام و نامراد رہیں گے اور آپ اور آپ کے صحابہ کرام کامیاب ہو جائیں گے۔

قریش مکہ کہتے تھے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد فوت ہو جاتی ہے اس لئے آپ کے بعد آپ کا ذکر مٹ جائے گا لیکن خدائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ابتر نہ ہوں گے بلکہ آپ کی روحانی اولاد اِس کثرت سے ہوگی کہ اس کا شمار ناممکن ہوگا۔

خلاصہ اس سورت کی تین آیات ہیں۔ پہلی آیت "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور

آپ کی اُمّت کا انجام بتایا گیا ہے اور دوسری آیت " فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ " میں آپ کی زندگی کا پروگرام اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے۔ اور تیسری آیت " اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ " میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا انجام ان کی تباہی اور ان کے مقاصد میں ناکامی کا پُر زور اعلان کیا گیا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

کوثر کے از روئے لغت وحدیث کئی معانی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ "الکوثر ھو الخیر الذی اعطاہ اللّٰہ ایّاہ" کہ کوثر وہ عظیم الشان برکات و انعامات ہیں جو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔

۲۔ الکثیر من کل شیئٍ ہر نعمت میں کثرت و بہتات۔

۳۔ السید الکثیر الخیر۔ قوم کا سردار جس کے اندر بڑی خیر و برکت پائی جاتی ہو۔

۴۔ الرجل الکثیر العطاء والخیر۔ ایسا انسان جو بڑا سخی ہو اور دُنیا میں بڑی نیکیاں پھیلانے والا ہو۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی کوثر کے معنوں میں تحریر فرماتے ہیں۔ الخیر الکثیر ومن النبوۃ والقراٰن والشفاعۃ ونحوھا کہ کوثر سے مراد نبوّت، قرآن، شفاعت وغیرہ برکاتِ عظیمہ ہیں۔

ان مندرجہ بالا معانی کی رُو سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کوثر دینے کا وعدہ دیا گیا ہے اور اس وعدہ کو اللہ تعالےٰ نے پورے شان اور پورے آب و تاب کے ساتھ پورا کیا۔

۱۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں خیر کثیر جمع کر دی۔ یعنی وہ فضائل وکمالات جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں رکھے گئے وہ نہ کسی سابق نبی میں پائے گئے اور نہ قیامت تک کسی وجود میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اسی کی طرف امام الزمان حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیّہ اشارہ فرماتے ہیں کہ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش　٭　محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات ہی ایک روشن دلیل ہے

اسی طرح کیا ہی اچھا کسی نے فرمایا ہے:- ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　٭　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۲۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت بھی کوثر ہے۔ جو ہر زمانہ، ہر قوم، ہر مقام کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اسی واسطے ہمارے آسمانی آقا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃً للعالمین قرار دیا۔

۳۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کوثر ہیں اس لحاظ سے کہ آپ کی ذات بابرکات میں ہر قسم کے فیض رسانی کا مادّہ رکھ دیا

گیا ہے۔ یعنی آپ کے فیض سے ولی، شہید، صدیق اور اُمتی نبی بن سکتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے

وَمن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

یا جیسے آپ کے رُوحانی فرزند حضرت امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں :۔ ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن　　٭　　واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید بھی کوثر ہے۔ جس کے معارف لامحدود ہیں۔ جو قیامت تک ختم نہ ہوں گے۔

۵۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا لایا ہُوا دین اسلام بھی کوثر ہے جو دُنیا کے لئے امن وسلامتی کا رہبر اور دائمی راحت و آرام کا باعث ہے تمام جسمانی و روحانی مسرتوں اور ہمیشہ کی فلاح کا مدار اسی پر ہے۔

۶۔ تمام انبیاء کی امتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا زیادہ ہونا بھی کوثر ہے۔ جس پر آپ قیامت کو فخر کریں گے۔

۷۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اخبار عن الغیب یعنی پیشگوئیاں بھی کوثر ہیں۔ جن کا دامن قیامت تک پھیلا ہُوا ہے۔

۸۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ حسنہ بھی کوثر ہیں جس کی گواہی خدا تعالےٰ نے " اِنّکَ لعلیٰ خلقٍ عظیم کہہ کر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کانَ خلقہ القراٰن کہہ کر دی۔

۹۔ اس زمانہ میں کوثر کا ظہور حضرت مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ہُوا۔ حضرت امام مہدی فرماتے ہیں :۔

" اِنّا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس کے زمانہ میں کوثر کا ظہور ہوگا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دُنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے "۔

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ :۔

" کوثر کے معنے ایسے شخص کے ہیں جو بہت خیرات کرنے والا اور سخی ہو جیسا کہ حدیثوں میں مسیح کی نسبت آتا ہے کہ وہ آئے گا اور مال لٹائے گا کہ لوگ اُسے قبول نہیں کریں گے۔ پس اس جگہ ایک ایسے آنے والے اُمتی کا ذکر ہے جو رُوحانی طور پر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا بیٹا ہوگا "　(تفسیر صغیر)

پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اے حبیب خدا ہم تجھے ایک رُوحانی فرزند اور اسلام کا خادم عطا کریں گے جو بہت کمالات رکھنے والا ہوگا۔ جو آپ کی لائی شریعت قرآن کے غوامض پر سے پردے اٹھائے گا۔ ایسے زمانہ میں جب کہ لوگ کہیں گے کہ معجزات محمدیہ ایک قصّہ پارینہ بن چکی ہیں۔ تو وہ یہ اعلان کرے گا کہ :۔ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است　　٭　　بیا بنگر زغلمانِ محمدؐ

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا　　٭　　نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں ہر خیر و برکت کا دروازہ کھلا ہے یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ابتدائی زندگی میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کی صورت میں پوری ہو کر آپ کی صداقت پر ایک زبردست گواہ بن چکی ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے وجود میں پُوری ہو کر اسلام کے زندہ مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زندہ رسول ہونے کی بھی روشن دلیل ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

صلوٰۃ کے معنے نماز اور دُعا کے ہوتے ہیں اور نحر کے معنے قربانی کرنے کے ہوتے ہیں۔ یعنی نمازیں پڑھو اور کثرت کے ساتھ دُعائیں کرو اور جانی مالی قربانیاں دو۔

نماز باجماعت:۔ نماز کا اصل یہ ہے کہ وہ باجماعت ہو۔ اگر کوئی حقیقی عذر کے بغیر باجماعت نماز ادا نہیں کرتا تو وہ تارک الصلوٰۃ ہے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

۱۔ "میرے نزدیک اُن ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت کی عادت نہیں ڈالتے۔"
(الفضل جلد ۱۲ صـ۱۳۹)

۲۔ پھر فرماتے ہیں "جو شخص بیماری یا شہر سے باہر ہونے یا دوسرے مسلمان کے موجود نہ ہونے کے عذر کے سوا نماز باجماعت کو ترک کرتا ہے اور گھر پر نماز پڑھ بھی لے تو اس کی نماز نہ ہوگی اور وہ نماز کا تارک سمجھا جائیگا۔" (تفسیر کبیر جلد ۸ صـ۱)

۳۔ پھر فرماتے ہیں:۔ "بڑا آدمی اگر خود باجماعت نماز نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔ اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔" (تفسیر کبیر سورۃ عنکبوت)

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

ابتر کے معنی ہیں (۱) مقطوع النسل (۲) المنقطع عن کل خیر۔ (۳) الخاسر یعنی ناکام۔ روایت ہے کہ عاص بن وائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ابتر کہا تھا مگر یہ آیت عام ہے ہر دشمن نبی جو آپ کے دین کو مٹاتا ہے اس میں شامل ہے مثلاً ابوجہل بظاہر صاحب اولاد تھا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی روحانی اولاد میں شامل ہوگیا اور اس کا باپ ابوجہل ابتر رہ گیا۔ ولید حضور کا دشمن تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے خالد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد میں شامل کر کے ولید کو ابتر بنا دیا۔ اسی طرح عاص آپ کا اشد ترین دشمن تھا۔ لیکن اس کا بیٹا عمرو بن عاص اسلام کا ایک بڑا جرنیل گزرا ہے۔

سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب

(ریٹائرڈ بریگیڈیئر جناب وقیع الزمان خانصاحب نے یہ مقالہ اجتماع انصاراللہ منعقدہ ۱۹۸۲ء میں پڑھا۔)

دو باتیں آپ کی سیرت کے نمایاں ترین پہلوؤں کے طور پر سامنے آئی ہیں وہ ہیں
اوّل نماز کا قیام اور دوم مہمان نوازی

حسب و نسب

حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب جن کی سیرت بیان کرنے کی سعادت یہ خاکسار اس وقت حاصل کر رہا ہے حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صحابی اور حضور کے داماد تھے۔ آپ کے والد ماجد حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ حضرت اقدس موعود آخرالزمان کے اوّلین ساتھیوں میں سے تھے۔ بیعت رجسٹر میں آپ کا نمبر ۲۱۰ اور تاریخ بیعت ۱۹ر نومبر ۱۸۹۰ء ہے۔

حضرت مسیح پاک سے قُربِ مکانی

حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کی تاریخ پیدائش یکم جنوری ۱۸۹۶ء تھی۔ دسمبر ۱۹۰۱ء میں جب حضرت نواب محمد علی خانصاحب اپنی رئیسانہ شان وشوکت والی زندگی ترک کرکے حضرت مسیح پاک کے قدموں میں قادیان میں آکر آباد ہوئے۔ اُس وقت نواب عبداللہ خانصاحب کی عمر صرف چھ سال تھی۔ حضور نے بڑے نواب صاحب اور آپ کے اہل وعیال کی رہائش کے لئے اپنے ہی مکان کا ایک حصّہ مختص فرما دیا تھا جس میں آپ کوٹھی دارالسّلام کی تعمیر تک رہائش پذیر رہے۔ لہٰذا قادیان آنے کے بعد حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب چھ سال کی عمر سے لے کر ساڑھے بارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح پاک کے مکان میں حضور ہی کی نظروں کے سامنے جسمانی و رُوحانی پرورش پاتے رہے۔ بچوں کی یہ عُمر تربیتی لحاظ سے فیصلہ کُن ہوتی ہے۔ اور اس عُمر میں پڑے ہوئے نقوش تمام عمر کے لئے انسانی شخصیت اور سیرت کا انمٹ حصّہ بن جاتے ہیں۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کی یہ خوش قسمتی تھی کہ آپ نے اس عُمر میں اپنی طبعی استعداد کے مطابق حضرت مسیح پاک کی مقدس نظروں سے اکتسابِ فیض کا ایسا موقع پایا جو سوائے گھر والوں کے اور کسی کو میسر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

تعلیم اور شادی

۱۹۱۵ء میں آپ نے قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے ہی میٹرک پاس کیا۔ اُس وقت خلافتِ ثانیہ کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔ اُسی سال ۷؍جون کو آپ کا نکاح حضرت اقدس مسیح پاک کی صاحبزادی دُختِ کرام حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے پڑھا گیا اور تقریبِ رخصتانہ پونے دو سال بعد یعنی ۲۲؍فروری ۱۹۱۷ء کو عمل میں آئی۔ اِس دوران آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم رہے لیکن شادی کے بعد ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد بوجہ خرابیٔ صحت آپ قادیان واپس بُلا لئے گئے۔ اور کالج کی رسمی تعلیم کا سلسلہ اختتام پذیر ہُوا۔

خدمتِ سلسلہ

قادیان واپس آنے کے بعد آپ کچھ عرصہ تک جلسہ سالانہ کی انتظامیہ اور صدر انجمن کے شعبہ جات میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مثلاً ۱۹۱۹ء میں صدر انجمن احمدیہ کے قائم مقام آڈیٹر مقرر ہوئے۔ اور اس کے بعد نائب ناظر و ناظر تالیف و اشاعت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

تحریکِ ملکانہ

اللہ تعالیٰ نے دو ہنگامی حالات کے مواقع پر آپ کو خدمتِ سلسلہ کی نمایاں خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ان میں پہلا موقع ۱۹۲۳ء میں ملکانہ میں تحریک انسداد ارتداد کا تھا۔ جبکہ جماعت احمدیہ نے ہندوؤں کی شُدھی کی تحریک کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت جو ہنگامی تنظیم جماعت نے ملکانہ میں قائم کی۔ اس میں حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب نائب ناظر انسداد ارتداد مقرر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور جماعت کے جملہ کارکنوں کی مخلصانہ جہدّ و جہد کو قبول فرمایا۔ اور ہزاروں مسلمان جو شُدھی کی تحریک میں مرتد ہو چکے تھے دوبارہ آغوشِ اسلام میں واپس آ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ ہنگامی خدمت اللہ تعالیٰ نے آپ سے جوانی کے ابتدائی ایام میں لی تھی۔

تقسیمِ ملک اور تقرر بطور ناظر اعلیٰ

دوسری بار ۱۹۴۷ء میں جب تقسیمِ ملک اور تبدیلیٔ آبادی کا ہنگامہ ہُوا۔ اور حضرت مصلح موعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان آ کر یہاں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تشکیل کی۔ تو اُس وقت آپ نے نواب صاحب کو ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ ان ہی ایام میں آپ کو یہ بھی تاریخی اعزاز حاصل ہُوا کہ ربوہ کے لئے جب زمین خریدنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تو جو درخواست اس کے لئے گورنمنٹ کو دی گئی۔ اُس پر بطور ناظر اعلیٰ آپ ہی کے دستخط تھے۔

تقسیمِ ملک سے پیدا شدہ مشکلات

۱۹۴۷ء میں جب آپ کے سپرد نظارتِ علیا کا قلمدان ہوا۔ پاکستان اور ہندوستان میں ایک قیامت برپا تھی۔ جماعت ہائے مشرقی پنجاب و دہلی اپنے اپنے علاقوں میں محصور تھیں۔ قادیان کے مقدس مقامات اور وہاں رہنے والے ہزاروں احمدی سخت خطرہ میں تھے۔ ان کے بحفاظت انخلاء اور پاکستان میں اُن کے استقبال اور خوراک و رہائش کے انتظامات۔ بعد میں اُن کی مستقل آبادکاری۔ انجمن احمدیہ پاکستان اور اس کے صیغہ جات کی از سرِ نو تشکیل۔ جبکہ کام کرنے والے آدمیوں اور روپے کی سخت کمی تھی۔ دفاتر کے لئے مکانات، فرنیچر، سٹیشنری، کارکنان اور اُن کے لئے دفتری قواعد و ضوابط کی فراہمی۔ تباہ شدہ مالی نظام کی از سرِ نو تنظیم و تشکیل۔ یہ سب چیلنج تھے جو حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو درپیش تھے۔ اور بعض لوگوں کو حضور کی اولوالعزم شخصیت کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ کسی بھی چیلنج کے درپیش ہونے کے وقت حضور کی قیامت خیز شخصیت کس طرح اپنی بلندی کے عروج پر ہوتی تھی۔ چنانچہ ۴۸-۱۹۴۷ء کے حالات میں بھی حضور کی طرف سے جو منصوبہ جات، فیصلہ جات، احکامات اور اقدامات صادر ہو رہے تھے اُن میں بجائے خود طوفان کی سی تندی، تیزی اور روانی تھی۔ اور حق یہ ہے کہ اُن کی تاویل، ترسیل اور تعمیل کے تمام لوازمات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک بڑی حکومت کی دفتری تنظیم بھی ناکافی تھی۔ ان حالات میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان حضور کی سیکرٹریٹ کے فرائض جس بُرے بھلے طریق سے بھی ادا کر سکی۔ اُس کا ثواب ان گنتی کے چند جان نثار کارکنوں کو جائے گا۔ جنہوں نے اُن ایام میں اپنا کھانا پینا سونا سب ترک کر کے دن رات کام کیا۔ اور اُن میں سے ایک حضرت نواب عبداللہ خان صاحب بھی تھے۔

۱۹۴۹ء میں دل کا حملہ

کام کی زیادتی کی وجہ سے آپ اپنی صحت کا خیال نہ رکھ سکے۔ ۱۸؍فروری ۱۹۴۹ء ایک بجے دوپہر دفتر سے آتے ہوئے اپنی جائے رہائش رتن باغ لاہور میں داخل ہوتے ہی سڑک پر گر پڑے۔ یہ دل کا شدید ترین حملہ تھا۔ جو اُس روز تین بار ہوا۔ بظاہر مایوسی والی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود اور احبابِ جماعت کی دعاؤں کے نتیجے میں معجزانہ طور پر مزید تیرہ سال کی زندگی عطا فرمائی۔ یورپ اور امریکہ کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے جب آپ کا کیس دیکھا تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا "IT IS A MIRACLE" یعنی یہ تو ایک معجزہ ہے۔ بہرحال تیرہ سال تک ایک نئی عطا کردہ زندگی گذارنے کے بعد ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۱ء کو دل کے ایک آخری شدید حملہ کے بعد اپنے مالکِ حقیقی کے بلاوے پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا کردار

اس لمبی بیماری میں جس میں کم و بیش پانچ سال آپ کو بستر سے اُٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک طرف خود آپ نے صبر و شکر کا اعلیٰ ترین

نمونہ پیش کیا۔ اور دوسری طرف آپ کی بیگم صاحبہ یعنی حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی لختِ جگر محترمہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی نے شوہر کی تیمارداری اور خدمت کا ایسا نمونہ دکھایا جس نے گو آپ کی اپنی جسمانی صحت کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا۔ لیکن تاریخ احمدیت میں ایک ایسی روشن مثال قائم کر دی جو آئندہ آنے والی نسلوں میں تمام پاک دل طاعت گذار خواتین کے لئے روشنی کے مینار کا کام دے گی۔

اس وقت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت مسیح پاک کے پانچ بیٹوں اور بیٹیوں میں سے (جو آپ کی وفات کے وقت آپ کی جسمانی اولاد تھی) اب آپ کے گھر کا آخری چراغ ہیں اور صاحب فراش ہیں۔ احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے مبارک سایہ کو صحت و عافیت کے ساتھ جماعت کے سر پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مطالعہ سیرت

یہ تھے حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کے مختصر حالاتِ زندگی۔ لیکن جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں۔ میرا مقصد حضرت نواب صاحب کی سیرت کا مطالعہ ہے۔ اور اس مطالعہ کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ گو آپ کو بلوغت کے بعد حضرت اقدس کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن لڑکپن کا دَور جو تربیتی لحاظ سے عمر کا نازک ترین۔ اہم ترین اور فیصلہ کُن دَور ہوتا ہے۔ حضرت نواب صاحب نے "الدّار" کی چار دیواری کے اندر بسر کیا۔ اور ساڑھے چھ سال کا لمبا عرصہ اس حالت میں گذارا کہ آپ کے صبح و شام حضور کے قرب میں بلکہ حضور کی مبارک نظروں میں بسر ہوتے۔ پس قدرتی طور پر سیرت کے طالب علم کے دل میں یہ کُرید پیدا ہوتی ہے کہ ایک ایسا بچّہ جس نے ان حالات میں پرورش پائی آگے چل کر اس کی شخصیت اور کردار میں نمایاں ترین خصوصیات کونسی اُبھریں۔

اہلِ بیت اور اقارب سے انٹرویو ــــ سیرت کی دو نمایاں خصوصیات

اس کے لئے میرے پاس ایک تو حضرت نواب صاحب کی وہ سوانح عمری ہے جو محترم ملک صلاح الدین صاحب کی کتاب اصحاب احمد کی بارھویں جلد کے طور پر شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا میرے لئے بہرحال اس مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں ضروری تھا لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ اس کتاب کے مصنّف کی رائے سے متأثر ہونے سے پہلے میں خالی الذّہن ہو کر حضرت نواب صاحب کے بچّوں اور عزیزوں اور قریبی دوستوں سے پہلے خود دریافت کر دوں کہ اُن کے سامنے حضرت نواب صاحب کا ذکر آتا ہے تو ذہن میں آپ کی جسمانی شبیہ کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر آپ کی سیرت اور کردار کی ایک شبیہ بھی قدرتی طور پر ابھرتی ہو گی۔ اُس دوسری شبیہ کی نمایاں ترین خصوصیات آپ کے نزدیک کیا ہیں۔ تو ان تمام احباب اور محترم ہستیوں کے جوابات سے جو دو باتیں آپ کی سیرت کے نمایاں ترین پہلوؤں کے طور پر سامنے آئی ہیں وہ ہیں اوّل نماز کا قیام اور دوم مہمان نوازی۔

بعد میں جب میں نے اصحابِ احمد میں حضرت نواب صاحب کے حالاتِ زندگی اور آپ کی سیرت کے بارے میں آپ کے اہل و عیال اور دوستوں

اور خدام کے تاثرات پڑھے تو ان سے بھی اس بات کی پوری پوری تصدیق ہوئی کہ یہی دو پہلو آپ کی سیرت میں نمایاں ترین تھے۔

جملہ خوبیاں

اس سے یہ اثر نہ لیا جائے کہ یہی دو خوبیاں آپ میں تھیں۔ آپ ایک صالح اور باخدا انسان تھے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے والہانہ عشق۔ خلافت سے شدید وابستگی۔ حق کی حمایت میں انتہائی جرأت۔ غریبوں کی مدد میں سخاوت، صدقہ وخیرات میں دریا کی سی روانی۔ لازمی اور طوعی چندوں کی ادائیگی میں اپنی استطاعت سے زیادہ قربانی۔ طبیعت میں سادگی اور انکساری دوستوں کے ساتھ وفاداری۔ لباس۔ خوراک اور رہن سہن میں نفاستِ طبع۔ غرض کون سی ایسی خوبی ہے جو آپ کے دوستوں نے اور عزیزوں نے اپنے مطبوعہ وغیر مطبوعہ تاثرات میں آپ کی طرف منسوب نہیں کی۔ میرے کہنے کا مطلب اس جگہ صرف اس قدر ہے کہ ہر شخصیت کی بعض ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو اس شخصیت کا طرّہ امتیاز ہوتی ہیں۔ اور یہ دو خوبیاں یعنی "اقامتِ صلوٰۃ" اور "اکرامِ ضیف" آپ کی سیرت کا طرّۂ امتیاز تھیں۔ جو آپ کے حلقۂ اثر میں آنے والے ہر بچے، جوان اور بوڑھے پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی تھیں۔

اقامتِ صلوٰۃ

مؤلف اصحابِ احمد جلد دوازدہم نے اپنی کتاب میں حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کے بارہ میں ۳۷ اصحاب کے تاثرات درج کئے ہیں جو کم وبیش بڑے سائز کے ستّر مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے تقریباً ہر ایک میں ان دونوں خصوصیات کا ذکر ہے۔ چونکہ ان تمام روایات کا دُہرانا ناممکن ہے۔ اس لئے "اقامتِ صلوٰۃ" کے بارے میں صرف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے رقم فرمودہ تاثرات میں سے دو پیراگراف پیش کرتا ہوں جو حضور نے حضرت نواب صاحب کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی لکھے تھے اور جو اصحابِ احمد میں شائع ہو چکے ہیں۔

تاثرات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

"نماز کے عاشق تھے۔ خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی نشان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے جب دل کی بیماری سے صاحبِ فراش ہوگئے۔ تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سُنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنے محبوب کی آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے کسی لڑکے کو ہی پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے۔ اور باجماعت نماز کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔ یاسمین باغ میں نماز والے کمرے کے نزدیک ہی کرسی سرکا کر باجماعت نماز میں شامل ہوجایا کرتے۔ جب ماڈل ٹاؤن میں کوٹھی لی تو وہیں پنجوقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کرکے گویا گھر کو ایک قسم کی مسجد بنالیا۔ پانچ وقت اذان دلواتے۔ موسم کی مناسبت سے کبھی باہر گھاس کے میدان میں کبھی کمرے کے اندر چٹائیاں بچھوانے کا اہتمام کرتے۔ اور بسا اوقات پہلے نمازی ہوتے جو مسجد میں پہنچ

کر دوسرے نمازیوں کا انتظار کیا کرتے۔ مختلف الانواع لوگوں کے لئے اپنی رہائش گاہ کو پانچ وقت کے آنے جانے کی جگہ بنا دینا کوئی معمولی نیکی نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں نیکی کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ صاحب خانہ کے رہن سہن کا معیار خاصا بلند ہو۔ معاشرتی تعلقات کا دائرہ بہت وسیع ہو۔ بچیوں کی سہیلیاں۔ لڑکوں کے دوست۔ اپنے ملاقاتی معززین، عزیزوں، رشتہ داروں کی بار بار کی آمد و رفت۔ کہیں مہمانوں کی کثرت سے کمروں کی تنگی۔ کبھی گرمیوں کی شاموں میں لان (LAWN) کا بڑھا ہوا استعمال یہ سب گہما گہمی اپنے مقام پر رہی اور کبھی پنجوقتہ نماز باجماعت کی ادائیگی میں مخل نہ ہو سکی۔ باہر یہ اعلان کبھی نہ ہوا کہ چونکہ مستورات باہر صحن میں نکلنا چاہتی ہیں اس لئے آج یہاں نماز نہیں ہوگی۔ ہاں بسا اوقات اندر یہ سننے میں آیا کہ ابھی باہر نمازی موجود ہیں۔ جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں باہر نہ نکلو۔

حضرت پھوپھا جان ان افراد میں سے نہیں تھے جو خود تو سختی سے نمازوں کے پابند ہوں۔ لیکن بچوں کا اس بارے میں خیال نہ رکھیں۔ کم ہی ایسے بزرگ ہوں گے جو اتنی باقاعدگی سے بلاناغہ روزانہ بچوں کو پنجوقتہ نمازوں کی تلقین کرتے ہیں۔ اور پھر تلقین بھی ایک خشک مُلّا کی بے لذّت متشددانہ تلقین نہیں۔ بلکہ ایسی پُر اثر تلقین جیسے دل اُس کے ساتھ لپٹا ہوا چلا آیا ہو۔ اگر کوئی بچہ سستی کرتا تو چہرہ پر فکر اور غم کے آثار بے اختیار ظاہر ہوتے۔ اور اگر کوئی بچہ آواز پر فوراً لبیک کہتا تو تازے بھری ہوئی خوشی کے جذبات آپ کے چہرہ کو شگفتہ کر دیتے۔ جن دنوں پہیہ دار کرسی پر بیٹھ کر اُسے اپنے ہاتھوں سے گھماتے ہوئے آپ نماز کے لئے آتے تھے۔ اُس زمانے میں نماز سے پہلے اُنہیں بارہا میں نے اسی حالت میں اپنے چھوٹے بچوں میں سے کسی کے کمرے کی طرف یاد دہانی کروانے کے لئے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر خوب تاکید کرکے مسجد میں چلے جاتے تھے تو بچے کے انتظار میں ایسی منتظر نظروں کے ساتھ بار بار کبھی گھر کی طرف اور کبھی گھڑی کی طرف دیکھتے تھے کہ جیسے قرار نہ آرہا ہو۔ کبھی کبھی وہیں بیٹھے بیٹھے بلند آواز سے بلاتے کبھی کسی آتے جاتے خادم کو کہتے کہ جاؤ میاں سے کہدو کہ نمازی انتظار کر رہے ہیں۔ پھر جب بچہ وقت پر پہنچ جاتا تو خوشی سے بعض اوقات اس طرح ہنس پڑتے جیسے کوئی لطیفہ سُنا ہو۔ اور اگر نہ پہنچتا تو گہری اُداسی آپ کے چہرہ پر سایہ فگن نظر آتی۔"

(اصحاب احمد جلد دوازدہم صفحہ ۱۵۲)

جن چھوٹے بچوں کا ذکر اس جگہ حضرت خلیفۃ المسیح نے تلقین نماز کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اُن میں سے ایک نے خاکسار کو زبانی بتایا کہ ابا جان کے موڈ کو ہم اپنے ساتھ صرف اُس روز خراب ہوتے ہوئے دیکھتے تھے جب ہم سے نماز باجماعت میں بے قاعدگی ہو جاتی تھی۔ جس دن باقاعدگی سے ہم نمازیں پڑھ لیتے تھے اُس دن ہم سے کسی اور بات پر پرسش نہیں ہوتی تھی۔

مہمان نوازی دوسری خصوصیت آپ کی مہمان نوازی تھی۔ اس کے بارے میں سب سے پہلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے تاثرات

ہی پیش کرتا ہوں۔ حضور رقم فرماتے ہیں :۔

"مہمان نوازی میں طرّہ امتیاز کے حامل تھے۔ اس قسم کے فدائی اور خلیق میزبان اس زمانے میں تو شاذ ہی ہوں گے۔ مہمان کے آرام کا خیال وہم کی طرح سوار ہو جاتا۔ میری طبیعت پر آپ کی مہمان نوازی کا ایسا اثر ہے کہ اگر غیر معمولی مہمان نوازی کا جذبہ رکھنے والے صرف چند بزرگوں کی فہرست لکھنے کو مجھے کہا جائے تو اس فہرست میں آپ کا نام ضرور لکھوں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" (اصحاب احمد جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۴)

مشاہدات محترم ملک غلام فرید صاحب

محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے مرحوم و مغفور ایک لمبے عرصہ تک آپ کے ہم جماعت رہے۔ آپ کے بارے میں علاوہ اور مناقب کے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اُن کا ایک نمایاں وصف مہمان نوازی بھی تھا۔ وہ اپنے احباب کی دعوتیں کرکے جتنے خوش ہوتے تھے اور کسی بات سے اتنا خوش نہیں ہوتے تھے۔" (اصحاب احمد جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۱)

مشاہدات محترم مرزا عبدالحق صاحب

محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب اپنے تاثرات میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"آپ مہمان نوازی کا اعلیٰ جذبہ رکھتے تھے۔ جب بھی ملتے یہی خواہش فرماتے کہ ساتھ چلیں۔ اور چائے یا کھانے میں شریک ہوں۔ قادیان میں مَیں عام طور پر شہر والے مہمان خانہ میں ٹھہرتا تھا۔ آپ اُس زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوٹھی دارالحمد میں اقامت پذیر تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے میرا سامان وہیں منگوالیا۔ مہمان نوازی کا پورا حق ادا فرماتے۔ ایک شام کو مَیں گورداسپور سے آیا تو سردی زیادہ تھی۔ مجھے گرم جرابوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اور آپ کے لئے یہ بات جائے تعجب تھی۔ آپ اُسی وقت اندر سے ایک نیا عمدہ گرم جرابوں کا جوڑا لائے اور فرمانے لگے کہ مَیں نے خود اپنے ہاتھوں سے آپ کے پاؤں میں ڈالنی ہیں۔ مَیں نے ہر چند انکار کیا لیکن آپ کی بات ماننی پڑی اور آپ نے خود وہ جوڑا اس عاجز کو پہنایا۔ یہ عجیب شفقت اور عاجزی کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے انتہا فضل فرمائے۔"

(اصحاب احمد جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۷)

مشاہدہ محترم ملک محمد عبداللہ صاحب

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب روایت کرتے ہیں :۔

"ایک دفعہ ماڈل ٹاؤن میں مجھے کلیمز کے تعلق میں آپ نے بلایا ہُوا تھا۔ بعد نمازِ عشاء ایک ہم جماعت کے آنے کی اطلاع ملی۔ قیام و طعام کا انتظام کروا دیا۔ لیکن ہماری مصروفیت کے باعث فرمایا کہ صبح ناشتہ پر ملاقات ہوگی۔ ناشتہ پر مہمان کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ وُہ کسی کام سے شہر کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اطلاع دی ہوتی۔ یہ تو اچھی بات نہیں۔ اُنہیں جانے کیوں دیا۔ جلدی جاؤ۔ بس سٹاپ پر ہوں گے۔ چنانچہ خادم سائیکل پر جا کر اُنہیں لے آیا۔ آپ بہت تپاک سے ملے۔ ساتھ ناشتہ کرایا۔ اور بار بار شکوہ کیا کہ آپ ناشتہ کے بغیر کیوں چلے گئے۔ اور پھر گیٹ تک الوداع کہنے گئے۔ وہ صاحب بہت سادہ اور دیہاتی وضع کے تھے۔ اُن کے جانے کے بعد مَیں نے کہا کہ آپ اپنے ہم مکتب کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کافی سال اکٹھے پڑھے ہیں۔ فرمایا میری یادداشت میں اَب تک نہیں آئے۔ انہوں نے ہم مکتب ہونے کا کہا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔"

یہ دو واقعات آپ کی تواضع اور اکرامِ ضیف کے جو مَیں نے بیان کئے ہیں یہ محض نمونہ کے طور پر ہیں ان سینکڑوں واقعات میں سے جن کے گواہ آج بیس سال سے زائد عرصہ آپ کی وفات پر گذر جانے کے باوجود ہم میں موجود ہیں۔ اصحاب احمد میں جن ۳۷ اصحاب کے تاثرات طبع ہوئے ہیں اُن میں تقریباً ہر ایک نے کوئی نہ کوئی نمایاں واقعہ آپ کی مہمان نوازی کا رقم کیا ہے۔

اصحابی کالنجوم — منبعِ فیض رسولؐ کی ذات ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

اصل چشمۂ ہدایت تو رسولؐ کی اپنی ذات ہی تھی اور ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ اور فرماتا ہے اِن کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اِن اصحاب نے جن کو آپ نے آسمانِ روحانیت کے تارے قرار دیا ہے۔ بعد میں آنے والوں پر اسی لئے فضیلت حاصل کی کہ انہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے مخصوص رُوحانی فضائل کے نقوش براہِ راست مہرِ نبوّت سے حاصل کئے تھے۔

یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے کامل متبع حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے صحابہ کا ہے۔ جب ہم ان کی سیرت میں محیّر العقول اخلاقی اور رُوحانی فضائل دیکھتے ہیں۔ تو وہ دراصل پرتو ہوتے ہیں ان کے متبوع کے اُن کمالات کا جن سے انہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اکتسابِ فیض کیا ہوتا ہے۔

نواب صاحب نے نمازِ باجماعت کا سبق کہاں سے سیکھا

حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کے بارے میں ہم نے دیکھا ہے کہ آپ کا بچپن اور لڑکپن حضرت اقدس کے قُربِ مکانی میں

گذرا۔ نواب صاحب کی سیرت کے یہ دو نمایاں پہلو بھی براہِ راست پیداوار تھے اُس ماحول کی جو حضرت اقدس نے قادیان میں اپنے اسوۂ حسنہ سے قائم فرمایا تھا۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے حضرت نواب صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے اپنے آپ کو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کے گھر میں پایا۔ مسجد مبارک اُس گھر کا دراصل ایک حصّہ ہی تھی۔ گویا پانچوں وقت کی اذان اور باجماعت نماز اس بچے نے اپنے گھر میں ہوتی ہوئی دیکھی۔ اور اس کے ذہن کی صاف تختی نے اس اثر کو ایسا قبول کیا کہ تمام عمر قیامِ نماز کے لئے جدّوجہد کرتا رہا اور جہاں بھی موقع ملا اپنے گھر میں ہی مسجد بنا ڈالی۔

مہمان نوازی کا درس کس نے دیا

عین اسی چشمۂ ہدایت سے اس بچہ نے چھ سے بارہ سال کی عمر تک مہمان نوازی کا سبق سیکھا۔ مسیح پاک کے گھر میں مہمانوں کی کثرت کو دیکھا۔ گھر کے مکینوں کی قربانی کو دیکھا جو وہ مہمانوں کو آرام پہنچانے کے لئے کرتے تھے۔ خود نیچے سوتے تھے اور مہمانوں کو چارپائیاں مہیا کرتے تھے۔ جب زیادہ مہمان آجاتے تو اپنے سارے بستر اُن کو دیدیتے۔ خود حضور بھی سردی کی راتیں بغیر رضائی کے بیٹھ کر گذار دیتے۔ اور جب کوئی حضور کو اس حالت میں دیکھ کر کہیں سے بستر مانگ کر لاتا اور حضور کو پیش کرتا تو حضور وہ بستر بھی کسی اور مہمان کے لئے بھجوا دیتے۔ یہ اور اس قسم کی سینکڑوں روایات صحابہ سے مروی ہیں۔ خود حضرت نواب صاحب کا کُنبہ ایک لمبے عرصہ تک حضور کی میزبانی کے نمونہ سے فیضیاب ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب کے بڑے بھائی میاں عبدالرحمٰن خانصاحب جو آپ سے دو سال بڑے تھے روائت کرتے ہیں کہ جب حضرت نواب محمد علی خانصاحب مع اہل و عیال ہجرت کر کے قادیان آگئے تو :-

" والد صاحب نے بڑی کوشش کی کہ حضور اجازت دیدیں کہ کھانے کا انتظام اپنا کریں۔ اور عرض کیا کہ میرے پاس باورچی ہیں۔ لیکن حضور نہ مانے اور قریباً چھ ماہ تک حضور کے ہاں سے کھانا آتا رہا۔ جس کا انتظام حضرت امّاں جان خود فرماتیں۔ پھر یہیں تک ہی بس نہیں۔ حضور خود نواب صاحب کے خدّام سے بھی دریافت فرمایا کرتے کہ نواب صاحب کونسا کھانا شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں۔ پھر وہ کھانا بھجواتے تاکہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اعلیٰ مہمان نوازی لمبے عرصہ تک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن حضور کی مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی تھی اور برابر چھ ماہ تک جاری رہی۔ کھانا بہترین ہوتا تھا۔ اتنے لمبے عرصہ کی مہمان نوازی کے بعد بھی حضور نے بصد مشکل اور والد صاحب کے بار بار اصرار کرنے پر گھر پر کھانے کا اپنا انتظام کرنے کی اجازت دی ورنہ حضور یہی پسند فرماتے تھے کہ یہ مہمان نوازی بدستور جاری رہے۔

کامل اُستاد، مبارک مکتب، ہونہار طلبہ

پس کیا ہی کامل اُستاد تھا۔ اور کیسا مبارک مکتب تھا۔ اور کیسے ہونہار طلبہ تھے جو وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے اور خود دُنیا کے اُستاد بن گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی یاد میں

نائیجیریا سے ایک مکتوب

مخدوم و محترم صدر صاحب ______ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس سال کے اوائل میں جب مجھے ماہنامہ انصاراللہ کے بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلہ میں یاد دہانی کا ایک چھپا ہوا خط ملا تو اس پر اس وقت کے صدر انصار اللہ اور اَب ہمارے پیارے امام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے چند فقرے لکھے ہوئے تھے جن میں ارشاد تھا کہ ماہنامہ کے لئے کچھ تحریر کروں۔ آپ نے بھی اپنے خط میں فرمایا ہے کہ " یہ مطالبہ واپس نہیں لیا جا سکتا "۔ آپ کو میری علمی نا اہلی کا تو علم ہی ہے۔ انگریزی سیکھنے کی کوشش کی وہ آئی نہیں۔ اُردو تو سیکھا ہی نہ تھا جو تھوڑا بہت تھا وہ پاکستان سے باہر کے قیام نے کمزور کر دیا۔ ...... یہاں کی حکومت بے انتہا فراخ دل اور آزادی خیال و اظہار کی کماحقہٗ عملی طور پر قائل ہے۔ ان کو جرأت ہے ہر خیال کو سننے کی۔ عوام یہاں کے دلیر۔ اس لحاظ سے بھی کہ کسی بات کو کہنے سے رُک نہیں سکتے اور اس لحاظ سے بھی کہ اپنے طرزِ فکر سے اختلاف کرنے والوں کو سنتے بھی ہیں برداشت بھی کرتے ہیں اور ان کو یہ حق بھی دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنا مافی الضمیر قائم رکھے۔ اس کا اظہار کرے اور اس پر عمل کرے۔ اس آزاد ماحول میں رہتے ہوئے مجھے بارہ سال ہو گئے ہیں۔ اور میرا ذہن اَب ان بیشمار پابندیوں کے بندھنوں میں جکڑے جانے کے لئے تیار نہیں ...... آپ تو اپنے بزرگوں کو ان کے اس مقام سے یاد بھی نہیں کر سکتے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ میرا تو دل و دماغ پھٹ جاتا ہے اس بات کے تصور سے ہم کھل کر کسی بزرگ کے لئے ان الفاظ میں جن میں ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا بھی نہیں کر سکتے۔ تاہم مَیں ارشاد کی تعمیل کئے دیتا ہوں کہ مجھ پر یہ الزام نہ رہے کہ مَیں نے توجہ نہیں دی۔ میرے الفاظ کو جیسے حالات اجازت دیں توڑ مروڑ لیں۔

لکھنے کے لئے تو علم چاہیئے وہ میرے پاس ہے نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی تو بھی مَیں نہیں لکھوں گا جب تک اپنے اس مقدس اور محترم وجود کا ذکر نہ کر لوں۔ جس کے میری ذات پر اَور ساری جماعت پر بے انتہا احسان ہیں۔ اور اَب وہ وجود دُنیا میں موجود نہیں۔ میرے پاس تو الفاظ بھی نہیں اس شفقت کے بیان کے لئے جو میرے پیارے آقا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کی جب مَیں ان کا طالبِ علم تھا۔ اور پھر اس سے بھی بڑھ کر جب مَیں ان کے ماتحت تعلیم الاسلام کالج میں کام کرتا تھا۔ اور پھر بعد میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات کو ساری جماعت ہی کے لئے رحمت کا موجب بنا دیا۔ کتنی پیاری وہ ہستی تھی اور کس کس جہت سے ان کے کردار کی بڑائی اور خوبصورتی کا اظہار کروں۔ وہ ہر لحظہ مسکرانے والا حسین چہرہ اَب بھی میری آنکھوں میں ہے۔ اس چہرے کو تو اللہ تعالےٰ نے اس وقت بھی مسکراتے رکھا جب جماعت پر ۱۹۷۴ء میں ایک زبردست آزمائش کا مرحلہ تھا۔ مَیں نے زندگی بھر ان کو بیٹھ کر کسی ملنے والے کا استقبال

کرتے نہیں دیکھا۔ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا، اچھا ہو یا بُرا جب بھی کوئی ملنے آیا تو حضور نے کھڑے ہو کر ہی مصافحہ کیا۔ مَیں حیران ہُوا کرتا تھا یہ دیکھ کر کہ یہ غیر ضروری بھی ہے اور تکلیف دہ بھی (میرے نزدیک)۔ مگر وہ تو ہستی ہی اَور تھی۔ سادگی طبیعت میں ایسی کہ جب تک پرنسپل رہے تعلیم الاسلام کالج کے اپنے دفتر کی دیواروں پر سفیدی بھی نہیں کرائی کہ کیوں غریب جماعت کا پیسہ اپنے دفتر کی زیبائش پر خرچ کیا جائے۔ جب بھی کسی غریب طالب علم کو بغیر معقول لباس کے دیکھا اسے لباس بنوا کر دیا۔ یہاں تک کہ کمزور صحت والوں کو دُودھ اور ملٹی وٹامن وغیرہ بھی مہیّا فرماتے رہے۔ مجھے خود تعلیمی اداروں کی سربراہی کا کسی قدر تجربہ ہُوا ہے۔ کتنی انتظامی اور مالی CONSTRAINTS ہوتی ہیں۔ یہاں اس ملک میں بھی جو نسبتاً آسودہ ہے۔ وہاں تعلیم الاسلام کالج کی تو مالی حالت بھی انتہائی کمزور تھی پھر بھی ہر ضرورت مند طالب علم کی ہر ضرورت پُوری ہوتی رہی جب تک حضور اس کے سربراہ رہے۔ طبیعت میں اتنی سادگی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضور کو اتنا رعب اور وقار عطا کیا تھا کہ جب دفتر میں تشریف رکھتے تھے تو ایسے لگتا تھا جیسے کسی بادشاہ کا دربار لگا ہو۔ ہم تو کئی دفعہ اپنے حلقہ میں کہتے ہی یہی تھے کہ "دربار لگا ہُوا ہے۔" اساتذہ ہوں یا طلباء احمدی ہوں یا غیر کوئی نہ تھا جو اس ذات کی شفقت سے حصّہ نہ پاتا اور اس محسن کے سامنے ادب سے سر نہ جھکاتا۔

سبھی کو فخر تھا اس بات پر کہ وہ اس ادارہ سے منسلک ہیں جس کے سربراہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ایم اے آکسن تھے۔ اس لئے نہیں کہ وہ حضرت مصلح موعود کے فرزند تھے بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی ذاتی خوبیوں میں ایک یکتا انسان تھے۔ مَیں نے ابھی عرض کیا ہے کہ ایک خاص رُعب اور وقار اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کے ماحول میں جہاں ان سے دُنیاوی تعلیم کے لحاظ سے زیادہ بڑی ڈگریوں والے لوگ ہوتے تھے۔ مالی لحاظ سے ان سے زیادہ آسودہ حال افسران ہوتے تھے۔ جہاں حضرت مصلح موعود کا جگر گوشہ ہونا لوگوں کے لئے کوئی مقام نہیں رکھتا تھا۔ وہاں بھی حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک نمایاں وقار کی حامل تھی۔ ایک دفعہ غالباً کرکٹ کے ایک میچ میں جو پنجاب یونیورسٹی کی گراؤنڈ میں لاہور میں ہو رہا تھا۔ اور یونیورسٹی کے بڑے بڑے کالجز کے پرنسپل صاحبان موجود تھے۔ شائد اسلامیہ کالج کے کچھ طلباء میدان میں دھرنا مار کر بیٹھ گئے کسی بات پر ضد کر کے۔ اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اور کوئی پرنسپل تھا نہ استاد۔ خود ان کا پرنسپل بھی ان کو جا کر اُٹھ جانے کو کہنے سے گھبراتا تھا۔ کہ یہ کہیں گستاخی اور بے ادبی نہ کریں۔ حضور بھی تشریف لے آئے تو معلوم ہُوا یہ ہو رہا ہے۔ قربان جاؤں مَیں اس جرأت اور اس توکّل کے کہ فوراً حضور بے دھڑک ان ضدی طلباء کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کو نہایت ہی محبت کے ساتھ مسکراتے ہوئے سمجھایا کہ یہ رَویہ درست نہیں۔ اور چند منٹ میں یہ لوگ خاموشی سے گراؤنڈ سے باہر چلے گئے۔ یہ واقعہ ایک رنگ میں معجزانہ تھا کہ ان دنوں میں اسلامیہ کالج اور تعلیم الاسلام کالج کی کئی وجوہات سے RIVALRY تھی پھر بھی جہاں ان کے اپنے پرنسپل بات کرنے سے بھی ڈرتے رہے حضور نے اپنی ذات کی شفقت اور جاذبیت سے بیگانوں کو رام کیا۔

حضور کی ذات کے بے شمار پہلو ہیں جن کا ذکر کرنا ہمارے لئے کئی رنگ میں رہنمائی کا موجب ہے۔ اور رہے گا۔ اسی طرح حضور کی ذات کئی طرح سے اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے تھی۔ مَیں صرف ایک پہلو سے حضور کی ذات کے ایک نشان ہونے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

جس پہلو سے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو اللہ تعالےٰ کا ایک نشان اور حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ کی پیشگوئی کا مصداق سمجھتا ہوں اس پہلو سے خود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ کا وجود بھی اللہ تعالےٰ کے نشانوں میں سے ہے ۔ بلکہ حضرت اقدس کی ساری کی ساری اولاد ہی اس جہت سے ایک نشان ہے ۔کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کی اولاد ہوگی ۔ اور ہوگی تو زندہ بھی رہے گی ۔اور زندہ رہے گی تو نیکی کی راہ پر قائم رہے گی ۔مگر اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر حضرت اقدس نے کتنی بار یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ " اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر ۔کہ تیرا دشمن ابتر رہے گا ۔مگر مَیں تیری نسل کو قیامت تک قائم رکھوں گا اَور تو برکات سے محروم نہیں ہوگا ۔اور مَیں یہاں تک تجھے برکت دُوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے "۔ کتنی عظیم الشان تھی یہ پیشگوئی اور کتنی شان سے یہ پوری ہو رہی ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے کس قدر اولاد دی ۔ زندہ بھی رکھی ۔نیکی کی راہ پر قائم بھی ۔ پھر رُوحانی بادشاہ بھی دیئے ۔مصلح موعود دیا ۔ قمر الانبیاء دیا ۔ ایک نافلہ موعود پھر دوسرا نافلہ جو آج روحانیت کے تخت پر جلوہ افروز ہیں ۔

مَیں نے خط کا آغاز کہاں سے کیا تھا اور انجام کہاں کر رہا ہوں ۔کوئی ربط نہیں ہے مضمون میں ۔مگر تعمیلِ ارشاد میں جو دماغ میں آیا لکھتا گیا ہوں ۔کوئی ترتیب نہیں دے سکا اپنے خیالات کو ۔ اس سے میری قابلیت بھی آپ پر کُھل جائے گی اور پھر شاید مضمون لکھنے کا مطالبہ بھی ختم ہو جائے گا ۔لیکن میرے لئے دُعا ضرور کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ مَیں اپنی ان صلاحیتوں کو جو اس نے عطا فرمائی ہیں صرف دُنیا ہی کے حصول کے لئے صرف نہ کرتا جاؤں بلکہ اپنی عاقبت کے لئے بھی ان کا کچھ حصّہ صرف کر سکوں ۔اور وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قبولیت کا شرف بھی پائے ۔اور مَیں ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیا جاؤں کہ میری گردن ندامت سے نہ جُھکی ہو اور میرا ربّ ناراضگی کی نظر مجھ پر نہ ڈال رہا ہو ۔ احباب کرام خصوصًا مکرم مرزا خورشید احمد صاحب اور مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب کی خدمت میں میرا مؤدبانہ سلام عرض کر دیں ۔ والسّلام ۔ خاکسار

حمید احمد

(سابق لیکچرر تعلیم الاسلام کالج حال مقیم نائیجیریا)

" پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمّت ہارتے ہو ۔تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں ۔اَور تم پر دُرود بھیجیں تم ایک موت اختیار کرو ۔تا تمہیں زندگی ملے ۔اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو ۔ تا خدا اُس میں اُترے ۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو ۔اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو ۔ خدا تمہاری مدد کرے ۔

(کشتی نوح)

اعضاء و جوارح کے آداب

ـــــ ایڈیٹر ـــــ

انسانی جوارح اور اعضاء خدا کا عطیہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے کچھ آداب ہیں۔ پچھلے شمارہ میں ہم نے آنکھ کے آداب عرض کئے تھے۔ اس پر صدر محترم مجلس انصار اللہ نے توجہ دلائی کہ ان اعضاء کے کچھ مثبت آداب بھی ہیں اور اُن میں ایک یہ کہ ہم ان اعضاء کے حواس کو بیدار کریں۔ انہیں ترقی دیں۔ حضرت مصلح موعود نے خدام الاحمدیہ کے لئے جو پروگرام تجویز کیا تھا اُن میں مشاہدہ و معائنہ کی حس کو تقویت دینا تھا۔ اور اس بارہ میں خدام کا باہم مقابلہ کروایا جاتا۔ اس آیت میں حسِ مشاہدہ کو کام میں لانے کے لئے کہا گیا ہے۔ فرمایا :-

سیروا فی الارض ثمّ انظروا کیف کان عاقبة المکذّبین ۔ (الانعام آیت ۱۲)

کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو۔ قانون فطرت اور قانونِ خداوندی کے انکار کرنے والوں کا انجام کیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا :-

فانظر الی اثر رحمة الله کیف یحی الارض بعد موتها ۔ (الروم آیت ۵۱)

اے چشم بصیرت ! دیکھ رحمت باری کس طرح کائنات میں زندگی بکھیرتی ہے۔

قرآن کریم میں جہاں بار بار افلا تعقلون کے خطاب سے عقل سے کام لینے کی تاکید کرتا ہے وہاں بار بار اَفلا ینظرون اور افلا تنظرون کا بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کیا وہ دیکھتے نہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

جاحظ نے اپنے مشاہدہ سے دُنیا کو کتاب الحیوان جیسی بے مثال کتاب دی۔ انہوں نے ایک ایک مُلک کے جانوروں کے خواص بیان کئے۔ جسے پڑھ کر عقل دنگ جاتی ہے۔

انسانی اعضاء میں آنکھ خدا کا بے نظیر عطیہ ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے والے مسلمان عالم نے آنکھ پر جو پانچ مقالے کتاب العیون کے نام سے لکھے تھے وہی آج بھی اس علم کی بنیاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس انعام کی حفاظت کے لئے خدا کے برگزیدہ رسول نے بعض تجاویز فرمائیں۔ ابواب الطبّ میں محدثین نے انہیں بیان کیا ہے۔

مثلاً یہ کہ کھمبی کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ (ترمذی ابواب الطبّ باب ماجاء فی الکماة والعجوة)

اسی طرح سرمہ استعمال کرنے کا ارشاد ہے۔ فرمایا اس کا فائدہ یہ ہے کہ یجلو البصر و ینبت الشعر کہ یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ پرانے وقتوں میں علاقہ میں جو چیز میسر ہوتی۔ اس سے کام لیا جاتا۔ مقصود یہ ہے کہ نظر کی تیزی اور اس کی حفاظت کے ذرائع اختیار کئے جائیں۔ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اس بارہ میں مزید تحقیق نہ کی جائے یا اُس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

اور اس میں کیا شک ہے کہ ان جڑی بوٹیوں سے بڑی بڑی قیمتی اور مفید ادویہ دریافت کی گئیں۔ اور ان کے استعمال کا طریق اس پر تحقیق کرنے والے اور اُسی فن کے واقف بیان کرتے ہیں۔ علم اور تحقیق کی دُنیا میں حرفِ آخر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ اُحد کے روز حضور کے زخم سے بہنے والے خون کو راکھ کے ذریعہ بند کیا گیا۔ اَب اس کے یہ معنے تو ہرگز نہیں کہ ہم خون بند کرنے کے لئے راکھ کو ہی استعمال کریں۔ اور اگر رگ کٹ گئی ہے تو اسے ٹانکے نہ لگائے جائیں۔ اس وقت جو علاج میسّر تھا۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم یا آپ کے صحابہ نے کر لیا۔ اَب اگر اس سے بہتر کوئی علاج میسّر ہے تو اُسے اختیار کرنا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہے۔

اگلے شمارہ میں ہم انشاء اللہ پیٹ کے آداب کے بارہ میں عرض کریں گے۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

تاریخ ادبیات اُردو سے ایک اقتباس

مرسلہ: ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب خلیل۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ زعیم مجلس انصاراللہ زیورچ سوئٹزرلینڈ

جناب پروفیسر محمد صادق صاحب سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی قابلِ قدر تصنیف A HISTORY OF URDU LITERATURE آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن کی طرف سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں اردو ادب کی تاریخ پر اکادمی (ACADEMIC) اور عالمانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز قیام پاکستان کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان میں اردو ادب کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل تحقیقات شامل کر دی گئی ہے۔ چند صفحات اردو ادب کی تاریخ میں مذہبی جماعتوں کی خدمات سے متعلق ہیں۔ جماعت احمدیّہ اور اردو ادب کے زیرِ عنوان جماعت احمدیّہ کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہیں:-

(ترجمہ)۔ "احمدیہ تحریک (حضرت) مرزا غلام احمد آف قادیان (۱۸۳۵ء – ۱۹۰۸ء) نے شروع کی تھی جنہوں نے اسلامی روایات و آثار کے مطابق مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا ۔۔۔ اس تحریک کی ابتدا مسلمانوں کے اندر اتحاد و اتفاق اور تنظیم کی ضرورت کے پس منظر میں تلاش کرنی چاہیئے۔ اگرچہ بعد میں مختلف حالات ظہور پذیر ہوگئے۔ اور اس کا خصوصی پس منظر آریہ سماج کی اسلام کے خلاف جنگجو کوششوں، اور عیسائیت کی شان و شوکت اور طاقت میں دیکھنا چاہیئے۔ سوامی دیانند جو ہندوستان میں بلاریب اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کے مقابل پر مرزا غلام احمد اسلام کے سب سے بڑے "جری اللہ" تھے ۔۔۔۔ یورپ میں اس جماعت کی تبلیغی کوششوں سے ۱۹۱۳ء میں لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوئے اور یہ ایک بڑی کامیابی کا موجب ہُوا۔" (صـ۲۳۴)

ہمیں مصنف کی تمام آرا سے اتفاق نہیں ہے تاہم ایک اقتباس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

سائیکل سفر

میرپور خاص تا ربوہ

مکرّم رحمت علی صاحب ظفرؔ کریم نگر (سندھ)

اللہ تعالیٰ لاکھ لاکھ رحمت اور فضل نازل فرمائے اُس محسن وجود پر جس نے یہ بابرکت سکیم "سائیکل سفر" جاری فرمائی۔ مُردہ جسموں اور روحوں میں جان بخشی۔ سلسلۂ حقّہ اسلامیہ کی خدمت کے لئے ذہنی، جسمانی اور روحانی کمزوریوں کو دُور کرنے اور ہمّت، جرأت اور استقلال پیدا کرنے کے لئے یہ عظیم سکیم جماعت کے سامنے پیش فرمائی چنانچہ گذشتہ سال سے یہ سکیم انصاراللہ کے لئے بھی تحریک کے رنگ میں مرکز کی طرف سے جاری فرمائی گئی ہے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ خاکسار کو گذشتہ سال ۱۹۸۱ء اور امسال ۱۹۸۲ء اس تحریک میں شامل ہوتے ہوئے ۷۵۰ میل کا سفر کرنے کی توفیق ملی۔ گذشتہ سال ہم دو انصار خدام کے قافلہ کے ساتھ گئے تھے۔ امسال بھی ہم دوؔ انصار ایک خادم کے ساتھ ایک چھوٹے سے قافلے کی شکل میں گئے۔ امسال جانے والے ایک انصار ممبر ۷۵ سالہ تھے جن کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علی محمد صاحب آف محمود آباد فارم (کنری) نام لے کر تعریفی کلمات سے یاد فرمایا اور خاکسار کو ۴۲ سالہ نوجوان (میری عمر اس وقت ۵۰ سال ہے) رستہ میں تیل کی بوتل بھُول جانے والا   بیان فرمایا۔ تیسرا ہمارا خادم شیخ فضل الرحمٰن صاحب کو نومسلم احمدی اور تیسری دفعہ سندھ سے سائیکل پر جانے والے کے متعلق تعریفی ارشادات سے یاد فرمایا۔ میرے ان دونوں ہمسفروں کو حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت دوؔ دوؔ سو روپیہ کے انعامات سے بھی نوازا۔ اور دیگر دوستوں نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

۲۹/۱/۸۲ کو ہمارا قافلہ ۹½ بجے صبح میرپور خاص سے روانہ ہُوا۔ اُس روز سامنے سے زور کی ہوا چلی جس کی وجہ سے اُس روز ۵۰ میل سفر کر کے شام کو شہداد پور پہنچے۔ اوسط رفتار ۷½ میل فی گھنٹہ تھی۔ وہاں مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب امیر ضلع سانگھڑ کے ہاں ٹھہرے۔ انہوں نے بے حد خدمت کی۔ سحری کے وقت از خود عُمدہ ناشتہ تیار کرایا۔ نمازِ فجر کے بعد دُعا کرا کے ۳۰/۱/۸۲ کی صبح کو روانہ کیا۔ ۷۵ میل سفر کر کے شام سے قبل کرونڈی جماعت میں پہنچے۔ اس روز ۹ میل فی گھنٹہ چلے۔ اس جماعت میں بھی بہت آرام ملا۔ اور مکرم ناظم صاحب انصاراللہ ضلع خیرپور نے ہمارے رستہ کے لئے بھی عُمدہ کھانا پیش فرمایا۔ اور دُعا کروا کر ۳۱/۱/۸۲ کو صبح رخصت کیا۔ ۱۱۰ میل سفر کر کے شام کو ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ہم کچھ رستہ رات کو چلے۔ لیکن ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے ہمارے بزرگ   مکرم علی محمد صاحب کو ایک ٹرک سے ٹکرا کر کچھ چوٹیں آئیں اور ہمیں سفر روک کر ایک ٹاہلی کے نیچے جنگل میں رات

گزارنی پڑی۔ اُس روز کی اوسط رفتار ۱۰½ میل فی گھنٹہ رہی۔ الحمد للہ۔

۱۱ اکو تین بجے رات کچھ وقت پیدل چلتے رہے پھر ایک ہوٹل میں چائے پی کر صبح کا انتظار کر کے روانہ ہوئے۔ اوباڑو جماعت میں دس بجے صبح پہنچے۔ اُن سے اوچ شریف کا ایڈریس لیا اور شام کو وہاں پہنچے۔ جہاں ہمیں بے حد آرام ملا اُس روز دس میل فی گھنٹہ رفتار رہی۔

۲ ۱۱ کو صبح ½۷ بجے اوچ شریف سے روانہ ہوئے چھ بجے شام ملتان کے قریب پہنچ گئے۔ مکرم امیر صاحب ضلع ملتان کے گھر ۹ بجے کے قریب پہنچے انہوں نے اور اُن کے رفقاء کار نے ہم گندے مندے اور بدبو داروں کو گلے لگایا۔ اور ہر طرح کا آرام پہنچایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اُس روز ۱۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر طے کیا۔ اللّٰھم زد فزد۔

۳ ۱۱ کو صبح ملتان سے روانہ ہو کر شام چھ بجے جھنگ پہنچے۔ اور مسجد ڈھونڈتے ہوئے نو بجے منزل پر پہنچے۔ بہت آرام پایا۔ اس روز ۱۳ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سائیکل چلائے۔ شکر الحمد للہ۔

۴ ۱۱ کو جھنگ سے ½۷ بجے صبح جھنگ کے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور تین بجے دوپہر بخیر و عافیت بہشتی مقبرہ دُعا کرتے ہوئے جائے قیام ربوہ پہنچے۔ ہر قسم کی خدمات ہمارے لئے پیش کی گئیں۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سے دو دو مصافحے اور معانقے۔ اور ½ گھنٹہ مجلس عرفان میں رُوداد سفر سُنانے اور دو فوٹو حضور کے ساتھ کھینچوانے کے مواقع نصیب ہوئے الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ہمارے اس بابرکت سفر کے ساری اخراجات مکرم ناظم صاحب انصار اللہ ضلع تھرپارکر مکرم چوہدری منور احمد صاحب خالد نے برداشت کئے۔ ان کے لئے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اموال اور اخلاص میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے آمین۔

نمائندہ ماہنامہ "انصار اللہ" کا تقرر

محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بی کام مکان نمبر ۱۹۶ سیکٹر ۹ - I اسلام آباد کو اضلاع راولپنڈی و اسلام آباد کے لئے ماہنامہ "انصار اللہ" کا نمائندہ مقرر فرمایا ہے۔ دوست ماہنامہ "انصار اللہ" کی توسیع اشاعت کے لئے ان سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

مینیجر
ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ

رپورٹ اجلاسِ عام منعقدہ زیرِ اہتمام مجلس انصاراللہ رعامتِ علیا ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

مرتبہ: مکرم ملک عنایت اللہ صاحب ناظم عمومی لاہور

مورخہ ۲۳ ، جنوری ۱۹۸۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد احمدیہ آصف کالونی (نزد وحدت کالونی) ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مکرم و محترم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر قائد اصلاح وارشاد مرکزیہ ربوہ نے فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا ٹیپ سنایا گیا جس میں حضور نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ قائم نہیں ہوئی وہاں تبلیغ کے ذریعہ ہر انصار احمدیت کا پودا لگائے۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر نے یورپ کے مختلف ممالک کے مشنز کی سرگرمیوں پر مشتمل سلائیڈز دکھائیں اور پھر مسجد بشارت پیڈرو آباد سپین کے سنگِ بنیاد رکھنے اور افتتاحی تقاریب پر مشتمل سلائیڈز دکھائیں۔ یہ پروگرام چھوٹوں اور بڑوں نے انتہائی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ اس کے بعد مجلس سوال وجواب شروع ہوئی جو قریباً پون گھنٹہ تک رہی۔ اس میں نوجوانوں اور بوڑھوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق متعدد سوالات علمی اور مذہبی موضوعات پر کئے جن کے تسلی بخش جوابات محترم مولوی برکت اللہ صاحب محمود مربی سلسلہ نے دیئے۔

اس کے بعد صدرِ اجلاس مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر نے احباب سے خطاب فرمایا کہ ہر احمدی یہ وعدہ کرے کہ وہ سال میں ایک احمدی ضرور بنائے گا۔ اور پھر اسی اجلاس میں شریک احباب سے دریافت فرمایا کہ کون ہیں جو اس تحریک میں حصہ لیں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ اس سال یعنی ۱۹۸۳ء میں کم سے کم ایک بیعت کروا دیں گے۔ اس کے جواب میں درج ذیل تیرہ احباب نے ہاتھ کھڑے کر کے اپنے نام لکھوائے:۔

۱۔ مکرم چوہدری انور علی صاحب
۲۔ مکرم محمود احمد صاحب (موضع گڈ تحصیل چونیاں)
۳۔ " محمد ظفر اقبال ہاشمی صاحب
۴۔ " عبدالقیوم صاحب (موضع جیا بگا)
۵۔ " میاں عبدالرشید صاحب
۶۔ " خلیل احمد اختر صاحب
۷۔ " چوہدری عبدالرشید ونیس صاحب
۸۔ " چوہدری محمد شفیع صاحب
۹۔ " ناصر احمد صاحب
۱۰۔ " مولوی عبداللطیف انور صاحب
۱۱۔ " عبدالرحمٰن صاحب
۱۲۔ " محمد اختر نواز صاحب
۱۳۔ " مجید احمد بٹ صاحب

آخر میں ناظم صاحب انصاراللہ ضلع لاہور مکرم عبداللطیف صاحب ستکوہی نے بھی احباب سے خطاب فرمایا اور بعد دعا یہ نہایت ہی کامیاب اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

اس اجلاس میں ۵۰ انصار ۳۵ خدام ۳۰ اطفال اور ۱۵ دیگر احباب نے شرکت فرمائی۔

عشرہ اصلاح و ارشاد ۲۰ سے ۳۰ نومبر ۱۹۸۲ء کی چند مثالی رپورٹیں

۱۔ نظامت ضلع کراچی

(الف)۔ نظامت ضلع کراچی نے اپنے ممبران عاملہ پر مشتمل وفود کے ذریعہ اپنی پانچ مجالس (۱) ناظم آباد۔ (۲) عزیز آباد (۳) صدر۔ (۴) ڈرگ روڈ۔ (۵) مارٹن روڈ کے دورے کئے۔ اجلاس بلائے گئے جن میں عشرہ اصلاح و ارشاد منانے کے پروگرام طے کروائے گئے۔

(ب)۔ ۲۵ نومبر کو گیسٹ ہاؤس میں نظامت ضلع نے ایک مرکزی مجالس مذاکرہ کا انعقاد کروایا جس میں ۲۵ میں سے ۲۰ مدعوئین خاص حاضر ہوئے۔ چائے کے بعد پروگرام میں سپین کے تاریخی حالات پر تقریر کے علاوہ افتتاح مسجد بشارت کی فلم دکھائی۔ بعدۂ سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ دعوت نامہ کا نمونہ لف ہے۔

۲۔ مجلس ڈرگ روڈ

مرکزی ہدایات پر مشتمل پروگرام سرکلر کی صورت میں مع رپورٹ فارم (انفرادی) ایک ہفتہ قبل تقسیم کر دیا گیا۔ حلقہ جات سے آمدہ رپورٹوں کے مطابق خلاصہ درج ذیل ہے:۔

۱۔ زیر تبلیغ دوست ۸۲۲
۲۔ " " رشتہ دار ۱۳۵
۳۔ انفرادی مجالس سوال و جواب ۲۴۶
۴۔ تعداد افراد مجالس ۳۵۰
۵۔ کیسٹ سننے والے دوست ۱۴۶
۶۔ جن کو خطوط لکھے گئے۔ ۱۹
۷۔ جن کو لٹریچر دیا گیا۔ ۲۰۰
۸۔ کتنا لٹریچر تقسیم ہوا۔ ۴۵۰
۹۔ کتنے انصار دعا میں شامل ہوئے۔ روزانہ کم و بیش جملہ انصار
۱۰۔ دعائیہ خطوط لکھنے والے ۴۲
۱۱۔ وقف عارضی کے فارم پر کرنیوالے ۹
۱۲۔ کل افراد زیر تبلیغ ۱۶۷۲
۱۳۔ تعداد انصار جنہوں نے بھرپور حصہ لیا ۵۴

۲۵ نومبر کو مجلس ڈرگ روڈ کے زیر اہتمام ایک مرکزی مجلس مذاکرہ میں تیس احباب شامل ہوئے۔ چائے کے بعد مسجد بشارت کے افتتاح کی فلم دکھائی گئی اور پھر بریگیڈیئر اعجاز احمد صاحب نے آنکھوں دیکھا حال سنایا اور سوالات کے جوابات دیئے۔

حاضرین نے اپنی اپنی پسند کا لٹریچر ۶۳ کی تعداد میں لیا۔

۳۔ مجلس مارٹن روڈ کے پانچ حلقوں میں ۳۹۰ رسالے تقسیم ہوئے۔

۹ احباب نے اپنے ہاں سوال و جواب کی مجالس قائم کیں۔

۱۰ غیر از جماعت احباب کے ہاں مجالس سوال و جواب ہوئیں۔

۲ مرکزی طور پر لیاقت آباد اور ہاؤسنگ سوسائٹی میں مجلس مذاکرہ ہوئی ایک میں دو اُردو دوست بھی شامل ہوئے۔

نماز تہجد سب حلقوں میں ۲۶ نومبر کو باجماعت ادا کی گئی۔

۴۔ مجلس شیخوپورہ شہر میں عشرہ اصلاح و ارشاد کا آغاز مجلس مذاکرہ سے ہوا جس میں سوالات کے جوابات مکرمی سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر نے دیئے۔

دوسرا اہم پروگرام سلائیڈز لیکچر کا تھا جس میں مکرمی محمد اسماعیل صاحب منیر قائد اصلاح و ارشاد نے حضور کے دورہ یورپ اور مسجد بشارت کے افتتاح کی سلائیڈز دکھائیں

۵۔ سانگلہ ہل کا پروگرام دس دن زور شور سے جاری رہا۔

ا : روزانہ نماز تہجد باجماعت میں پُرسوز دُعائیں کی جاتی رہیں۔

ب : روزانہ بعد نماز مغرب بزم ارشاد کا اجلاس ہوتا رہا۔

ج : پانچ بار مجالس سوال و جواب منعقد کی گئیں۔

د : چھ تبلیغی وفود نئے دیہات میں بھجوائے گئے۔ (س) ۔ دس تبلیغی خطوط لکھے گئے۔

س : جائزہ اجلاس پہلے دن منعقد ہوا۔ جس میں قائد صاحب اصلاح و ارشاد نے خود حاضر ہو کر گذشتہ کام کا جائزہ لیا۔ اور آئندہ کا پروگرام دیا۔

ص : اور اسی دن تبلیغی پروگرام کا آغاز سلائیڈز لیکچر سے قائد صاحب نے خود فرمایا۔ جس میں ساٹھ غیر از جماعت بھی حاضر ہوئے۔

جائزہ اجلاس کے دوران محترم امیر صاحب ضلع، ناظم صاحب ضلع، قائد صاحب ضلع اور مربی ضلع تشریف لائے اور اس طریق کو بہت مفید پایا۔

۶۔ چک چہور ۱۱۷ (۱)۔ نماز تہجد باجماعت کا انتظام کیا گیا۔

(۲)۔ دو مرتبہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں درجن بھر غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔

(۳)۔ تین غیر از جماعت دوستوں کو لٹریچر دیا گیا۔ (۴)۔ دو وفود نئے گاؤں میں تبلیغ کے لئے بھجوائے گئے۔
(۵)۔ ایک تبلیغی جلسہ مسجد میں ہوا۔ (۶) ایک نئے گاؤں بدوملہی میں ایک دوست نے بعیت بھی کی۔ الحمدللہ۔

۷۔ مجلس بہاول پور نے مرکزی ہدایات پر عمل درآمد کی خاطر شہر کو چار حلقوں میں تقسیم کر کے نماز باجماعت کی طرف خاص توجہ دی اور لٹریچر کی تقسیم میں انصار بھائی حصّہ لیتے رہے۔

۸۔ مجلس مظفر گڑھ (۱)۔ ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی۔ محترم امیر صاحب اور عبدالرؤف صاحب لودھی نے سوالات کے جوابات دیئے۔
(۲)۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا کیسٹ سُنایا گیا۔ جس سے احباب کے دلوں میں نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوُا۔

۹۔ مجلس کنزی (۱)۔ روزانہ بعد نماز مغرب مختلف تبلیغی موضوعات پر تقریری سلسلہ جاری رہا۔
(۲)۔ دو دن مکرم مولوی عبدالسلام صاحب طاہر (جو مہمان تھے) آپ نے ختم نبوّت کے مفہوم کو واضح کیا۔ اس مجلس میں ۱۱ غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے اور بہت متاثر ہو کر گئے۔

۱۰۔ گوٹھ علم دین (۱) مرکزی ہدایات کی تعمیل میں پروگرام بنا کر سب کو شمولیّت کی تحریک کی۔
(۲)۔ مجلس مذاکرہ میں ۲۰ غیر از جماعت دوست شامل ہوئے۔ چائے اور کھانے سے تواضع بھی کی گئی۔ اردو اور سندھی لٹریچر بھی دیا گیا۔
(۳)۔ ساتؔ تبلیغی خطوط لکھے گئے۔
(۴)۔ چھہؔ قریبی گوٹھوں کا تبلیغی دورہ کر کے لٹریچر تقسیم کیا اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔
(۵)۔ حضور کی سوال و جواب والی کیسٹ لاؤڈ سپیکر پر سُنائی گئی۔
(۶)۔ انصار کا ایک اجلاس ہوُا جس میں تبلیغ کی اہمیّت اور طریق محترمی ملک سلطان احمد صاحب معلّم وقف جدید نے بیان فرمائے۔

۱۱۔ سانگھڑ

روزانہ بعد نماز مغرب اجلاس ہوُا جس میں حضور کی تقاریر کے کیسٹ سُنائے جاتے رہتے ہیں۔

۱۲۔ پتوکی (۱)۔ تبلیغی وفد کے لئے نئے گاؤں چک ۳۸ کا انتخاب کیا۔
(۲)۔ انصار کے ذریعہ لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

(۳)۔ نزدیکی مجالس دھوپ سڑی۔ بجائی پھیرو اور شمس آباد کو بھی تقسیم کے لئے لٹریچر بہم پہنچایا۔
(۴)۔ مسجد میں بھی اجلاس ہوئے جن سے دوستوں نے علمی استفادہ کیا۔

۱۳۔ چک ۹۸ شمالی سرگودہا

(۱)۔ دو تبلیغی وفد بھجوائے گئے۔ (۲) بتیس رسالے تقسیم کئے گئے۔
(۳)۔ نماز تہجد باجماعت ادا ہوتی رہی۔ (۴)۔ دو تبلیغی خطوط لکھے۔
(۵)۔ حضور کی تقریر کی کیسٹ سنائی گئی اور تربیتی اجلاس ہوا۔

۱۴۔ گوجر خان

(۱)۔ روزانہ بعد نماز مغرب علمی تقریریں ہوتی رہیں۔
(۲)۔ دو بار مجلس مذاکرہ منعقد کیں۔ جس میں پانچ غیر از جماعت دوست بھی تشریف لائے۔
(۳)۔ حضور کی تقریر کا کیسٹ بھی سنایا گیا۔

۱۵۔ پریم کوٹ گوجرانوالہ

(۱)۔ تین وفد نئے دیہات میں بھجوائے گئے۔
(۲)۔ سلائیڈز لیکچر کے ذریعہ مرکزی قائد اصلاح و ارشاد نے احمدیت کا تعارف کروایا۔ تین سو غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔

اقوالِ بزرگان

- مستحق سائل خدا تعالیٰ کا ہدیہ ہے۔
- کسی کا دل نہ دکھاؤ۔ شاید کسی کے آنسو تمہاری سزا کا باعث نہ بن جائیں۔
- دو باتیں یاد رکھو اور دو بھول جاؤ ــــ (۱) خدا اور موت کو یاد رکھو (۲) اپنی نیکی اور دوسرے کی برائی بھول جاؤ۔
- حقوق اللہ ادا نہ کرنے سے حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق بھی نہیں ملتی۔
- انسان کی مجرمانہ زندگی بچپن کی آوارگی سے شروع ہوتی ہے۔
- خوشامد اور تعریف شیطان کا مضبوط داؤ ہیں۔
- جتنی حرص زیادہ ہو خدا پر ایمان کم ہوتا ہے۔
- قول بے عمل اور عمل بے اخلاص ناقابل قبول ہے۔
- گمنامی کو پسند کرو کہ اس میں ناموری سے زیادہ امن ہے۔ (مرسلہ غلام رسول صاحب اعوان ڈیرہ غازیخان)

بچّوں کا صفحہ

قصہ ایک لڑکے، جادوگر، راہب اور بادشاہ کا

(ابن احمد)

پیارے بچو! آؤ تمہیں آج ایک کہانی سنائیں جو ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنائی۔

"پہلے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک جادوگر تھا۔ وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اُس نے بادشاہ کو کہا۔ مَیں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ میرے پاس کوئی لڑکا بھجوا دیں۔ مَیں اُس کو جادُو سکھادُوں۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو جادو سیکھنے کے لئے اُس کے پاس بھجوا دیا۔ اس جادوگر کے راستہ میں ایک راہب رہتا تھا۔ لڑکا اس کے پاس رُک گیا۔ اُس کی باتیں سُنیں تو اُسے بہت اچھی معلوم ہوئیں۔ اَب جب بھی وہ جادو سیکھنے جاتا تو راہب کے پاس کچھ دیر رُک جاتا اور اُس کی باتیں سُنتا۔ جادوگر اِس لڑکے کو سزا دیتا کہ تم دیر سے کیوں آئے ہو۔ اُس نے یہ سارا ماجرہ راہب کو بتایا تو اُس نے کہا تم جادوگر سے کہہ دیا کرو گھر کے کام کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ اور جب گھر والے کہیں کہ دیر سے کیوں آئے ہو تو کہہ دیا کرو جادوگر کے ہاں دیر ہوگئی۔

ایک دن کیا ہُوا۔ ایک بہت بڑا جانور لڑکے نے دیکھا۔ جس کے ڈر سے لوگ کھڑے تھے۔ راستہ رُکا ہُوا تھا۔ لڑکے نے کہا آج میں آزماتا ہوں۔ راہب بڑا ہے یا جادوگر۔ اُس نے ہاتھ میں پتھر اُٹھایا۔ اور کہا۔ اے اللہ اگر تیرے نزدیک راہب کی بات جادوگر سے بہتر ہے تو اس جانور کو مار دے تاکہ لوگ یہاں سے گزر سکیں۔ اور پتھر جانور کو دے مارا۔ اللہ نے اُس لڑکے کی دُعا قبول کی۔ وہ جانور اس کے پتھر سے مرگیا۔ اَب لڑکا راہب کے پاس آیا اُسے سارا ماجرا سُنایا تو راہب نے کہا میرے بیٹے! تُو مجھ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ لیکن یاد رکھ تو آزمائش میں ضرور ڈالا جائے گا۔ اگر تم پر ایسا وقت آئے تو میری کسی کو خبر نہ دینا۔ اَب یہ بچہ مادرزاد اندھوں اور برص والوں کا علاج کرتا۔ لوگ شفا پانے لگے تو بات ہوتی ہوتی بادشاہ کے ایک درباری تک پہنچ گئی۔ وہ درباری اندھا تھا۔ وہ بہت سارے تحائف لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہا۔ اگر میری آنکھوں کی بینائی واپس تُو لے آئے۔ تو یہ سب کچھ تیرا۔ اُس لڑکے نے جواب دیا۔ شفا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تُو اللہ پر ایمان لے آئے تو مَیں اللہ سے تیرے لئے دُعا کروں گا۔ وہ تجھے شفا عطا فرمائے گا۔ بادشاہ کا درباری اللہ پر ایمان لے آیا۔ اللہ نے اُسے شفا عطا فرمائی۔ اور وہ بادشاہ کے دربار میں آیا تو بادشاہ نے کہا۔ یہ تیری نظر کس نے لوٹا دی؟ درباری نے کہا میرے رَبّ نے۔ بادشاہ نے کہا میرے سوا تمہارا کوئی اَور بھی ربّ ہے۔ درباری نے جواب دیا۔ میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ اَب بادشاہ اُس درباری کو تکلیفیں پہنچانے لگا۔ اُس درباری نے سارا ماجرا بادشاہ کو سُنا دیا۔ بادشاہ نے اُس لڑکے کو بُلایا۔ اور اُسے کہا تو اتنا بڑا جادوگر ہوگیا ہے کہ نظر لوٹاتا ہے۔ برص والوں کو ٹھیک کرتا ہے۔ اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ بادشاہ! مَیں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ اللہ دیتا ہے۔ اَب

بادشاہ نے لڑکے کو سزا دینا شروع کی تو اُسے راہب کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ راہب کو بادشاہ نے دربار میں بُلایا۔ اَور کہا اپنے دین کو چھوڑ دے۔ راہب نے اس سے انکار کیا تو آرہ اُس کے سر پر رکھ کر اُسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر اپنے درباری کو کہا تم بھی اپنے دین کو چھوڑتے ہو یا نہیں۔ درباری نے انکار کیا تو آرہ اس کے بھی سر پر رکھ کر اُسے چیر دیا۔ اَب بادشاہ لڑکے کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا۔ چھوڑ دے اپنے دین کو۔ لڑکے نے انکار کیا تو بادشاہ نے کچھ آدمیوں کو بُلایا اور کہا لسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ۔ اگر یہ اپنے دین سے باز نہ آئے تو پہاڑ پر سے اسے گرا دینا۔ وہ لڑکے کو پہاڑ پر لے گئے۔ تو لڑکے نے اپنے خدا سے دُعا کی۔ اللہ اگر تیری مرضی ہو تو مجھے ان سے نجات دے۔ چنانچہ پہاڑ میں زلزلہ آیا۔ بادشاہ کے درباری پہاڑ سے گر گئے۔ اور یہ لڑکا اپنے پاؤں پر چل کر بادشاہ کے دربار میں آگیا۔ بادشاہ نے کہا۔ تیرے ساتھ جو آدمی بھجوائے تھے وہ کہاں ہیں۔ لڑکے نے کہا۔ اللہ نے مجھے اُن کے ہاتھ سے بچا لیا۔ اَب بادشاہ نے کچھ اَور آدمیوں کو کہا اسے کشتی میں سوار کر کے سمندر میں لے جاؤ۔ اور اس سے پوچھو اگر اپنے دین کو نہ چھوڑے تو سمندر میں پھینک دینا۔ اَب جب یہ سمندر کے درمیان پہنچے تو لڑکے نے پھر خدا سے دُعا کی۔ اللہ اگر تیری مرضی ہے تو تُو مجھے ان کے منصوبے سے بچا۔ چنانچہ کشتی اُلٹ گئی۔ وہ سب غرق ہو گئے۔ لڑکا بچ گیا۔ وہ دربار میں آیا تو بادشاہ نے پوچھا۔ وہ میرے آدمیوں کا کیا ہُوا۔؟ لڑکے نے جواب دیا۔ اللہ نے مجھے اُن سے بچا لیا۔ اَب لڑکے نے بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ تو مجھے مار نہیں سکتا۔ اگر مجھے مارنا چاہتے ہو۔ تو مَیں ایک طریق تمہیں بتلاتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا طریق ہے؟ لڑکے نے کہا۔ ایک میدان میں سب لوگوں کو اکٹھا کر۔ مجھے ایک درخت سے باندھ دے۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان میں رکھ کر کہو۔ "اللہ کے نام کے ساتھ جو اس لڑکے کا ربّ ہے" اگر تُو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی میں مارا۔ لڑکے نے ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا۔ اور جان دے دی۔ لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم لڑکے کے خدا پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو کسی نے کہا جس بات سے تو ڈرتا تھا وہی ہوئی نا۔

لوگ تو خدا پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے کہا۔ بڑی بڑی خندقیں کھو دو۔ اُن میں آگ بھڑکاؤ اور جو اللہ پر ایمان سے باز نہ آئیں سب کو اُس میں جھونک دو۔

ایک عورت جو خدا پر ایمان لے آئی تھی۔ اُس کو لوگ پکڑ کر لائے۔ اُس کی گود میں بچّہ تھا۔ اُسے جب آگ میں چھلانگ لگانے کو ظالموں نے کہا تو وہ رُک گئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ اس پر خدا نے اُس چھوٹے بچّے کو زبان دی۔ اُس نے ماں کو کہا۔
"ماں صبر کر تو حق پر ہے"

(ریاض الصالحین ص۳۳ تا ص۳۵ مصری)

پیارے بچّو! ہمارے برگزیدہ رسول صلے اللہ علیہ وسلّم نے کیا عجیب کہانی ہمیں سُنائی۔ تم نے دیکھا لڑکے کا ایمان۔ اور دیکھا راہِ حق میں جان دینے والے کس لُطف سے جان دیتے ہیں اور آپ نے یہ بھی دیکھا۔ آپ کی قربانی رائیگاں نہیں جاتی۔

دس بنیادی شرائط بیعت

(رقم فرمودہ: سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)